الدين النصيحة

سلام نصیحت وخیر خواہی کا پیغام

تاليف:
الشيخ عبدالعزيز الوهيبي رحمه الله

الأردية

اَلدِّيْنُ اَلنَّصِيْحَةُ

اسلام نصیحت وخیر خواہی کا پیغام

تالیف

شیخ عبدالعزیز بن محمد وہیبی [رحمہ اللہ]

ترجمہ

ابو خالد جاوید احمد عبدالحق سعیدی

نظر ثانی

عبدالکریم مدنی   منصور احمد مدنی

ح المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد بسلطانة ، ١٤٣٢ هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

الوهيبي ، عبدالعزيز محمد
الدين النصيحة / عبدالعزيز محمد الوهيبي ؛ جاويد أحمد سعيدي - الرياض ، ١٤٣٢ هـ
٩٦ ص ؛ ١٢ x ١٧ سم
ردمك : ٦-٢٥-٨٧١-٩٩٦٠-٩٧٨
(النص باللغة الأوردية)
١- الوعظ والإرشاد ٢- الدعوة الإسلامية
٣- الوصايا والحكم أ- سعيدي ، جاويد
أحمد(مترجم) ب- العنوان
ديوي ٢١٣ ١٤٣٢/٢٢١٨

رقم الايداع: ١٤٣٢/٢٢١٨
ردمك: ٦-٢٥-٨٧١-٩٩٦٠-٩٧٨

مقدمه مؤلف

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده وبعد!

کتاب کا مطالعہ کرنے والے [بھائی]! درحقیقت یہ چند صفحات اس لیکچر [تقریر] کا نام ہیں جو تقریر ابواب نصیحت میں سے ایک اہم باب [نصیحت وخیر خواہی] کے تعلق سے پیش کی گئی تھی اور میرے کچھ خیر خواہوں اور ناصحین نے مجھ سے اس بات کا مطالبہ کیا کہ اس تقریر کو تحریری شکل دے دی جائے ان خیر خواہان میں سر فہرست سعودی عرب کے جنرل مفتی اور علمائے کبار کمیٹی کے صدر اور علمی اور فتوی کمیٹی کے سربراہ ، ہمارے فاضل شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل شیخ بھی تھے یہ مطالبہ اس لئے ہوا تاکہ اس کا عمومی فائدہ ہوسکے اور کچھ دینی بھائیوں نے تنگی وقت کے باوجود بھی کیسٹ سے نکال کر اسے تحریری شکل دی اور یہ بات تو واضح ہے کہ لیکچر کا انداز تحریر اور مطالعہ کی خاطر تیار کیے گئے پمفلٹ سے جدا ہوتا ہے اس لئے اے مطالعہ کرنے والے بھائی! ہوسکے تو ان کمیوں کو آپ پورا کردیں اور

ہر بات لائق قبولیت نہیں ہوا کرتی ہے (ہاں) مگر اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی بات قابل قبول ہوا کرتی ہے

اب اس میں جو کچھ خیر ہے وہ تنہا اللہ کی طرف سے ہے اور جو کچھ لغزش ہے وہ میرے اور شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہم سبھی کو قول وعمل میں اخلاص کی توفیق دے اور ہمیں ان حضرات میں سے بنائے جن کو نصیحت کی جاتی ہے اور جب نصیحت کی جاتی ہے تو وہ قبول کرتے ہیں بے شک وہ بہتر کارساز ہے

اور ہمارے نبی محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ اور آپ کی اولاد پر درود وسلام نازل ہوں

عبد العزیز بن محمد وهیبی

بسم الله الرحمن الرحیم

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ.

﴿يٰٓ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾

﴿يٰٓ أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيْراً وَّنِسَاءً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْباً﴾

﴿يٰٓ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلاً سَدِيْداً يُّصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيْماً﴾

ترجمہ : اے ایمان والو! اللہ تعالی سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہئے اور دیکھو

مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا[آل عمران:۱۰۲]

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے [النساء : ۱]

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی [سچی] باتیں کیا کرو تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کام سنوار دے اور تمہارے گناہ معاف فرما دے اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے گا اس نے بڑی مراد پالی[الاحزاب : ۷۱،۷۲]

اس کے بعد!

پس سب سے سچی بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے اور بدترین امور اس میں ایجاد کردہ امور ہیں اور ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے اما بعد!

پس اے میرے پیارے بھائی! آپ کی خدمت میں ایک ایسا موضوع پیش کیا جا رہا ہے جس کا فائدہ بہت ہے اور اس کا خیر وسیع ہے اور وہ موضوع نصیحت کا

موضوع ہے افسوس کے ساتھ عرض یہ ہے کہ بہت سارے افراد نے اس نصیحت سے غفلت برتی اور اسے ترک کردیا جب کہ عصر حاضر میں انھیں اس کی اور آپس میں ایک دوسرے کو وصیت [نصیحت] کرنے کی شدید ضرورت ہے اور اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے ہمیں ضرورت ہے کہ ہم اس کے متعلق کچھ وقفے اختیار کریں کیونکہ نصیحت کا مفہوم اللہ تعالی کے پورے دین کو محتوی ہے پس یہ [نصیحت] ایمان و اسلام اور احسان پر مشتمل ہے جیسا کہ کچھ سلف رحمہم اللہ کا بیان ہے

اور اس تعلق سے سب سے بہتر بات اللہ تعالی کی بابرکت کتاب [قرآن کریم] کی یہ آیات کریمہ ہیں وہ اس طرح کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

ترجمہ: مومن مرد و عورت آپس میں ایک دوسرے کے [مددگار و معاون اور] دوست ہیں وہ بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں [التوبۃ:۷۱]

اور اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى

الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾

ترجمہ: نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم و زیادتی میں مدد نہ کرو [المائدۃ : ۲]

پس اس کا یہ حکم سبھی ذمہ داران [مرد و عورت عرب و عجم جن و انس] کے لئے ہے خواہ وہ فقیر ہوں یا امیر ہوں حکم یہ ہے کہ وہ باہم ایک دوسرے کی ان چیزوں میں مدد کریں جس سے اس دین کا معاملہ قائم و دائم رہ سکے اور جس سے ان کی زندگیوں کی اصلاح ہو سکے

علمائے کرام نے نصیحت کی تفسیر کئی ایک طرح سے کی ہے جو تفاسیر باہم متشابہ ہیں پس امام خطابیؒ وغیرہ سے مروی ہے وہ [اس طرح] کہتے ہیں کہ :نصیحت وہ کلمہ ہے جس سے مراد ایسا جملہ ہوتا ہے جس جملہ سے اس شخص کا خیر مقصود ہوتا ہے جس کو نصیحت کی جاتی ہے [تعریف ختم ہوئی] اور نصیحت کی اصل خلوص ہے آپ [نَصَحْتُ الْعَسَلَ] اس وقت کہتے ہیں جب آپ اسے اس کے موم سے نچوڑ لیتے ہیں اور جب آپ اسے صاف کر دیتے ہیں تو شہد صاف و شفاف ہو جاتا ہے اور ایسے ہی وہ شخص برائیوں سے شفاف ہو چکا ہوتا ہے جس کو نصیحت

کی جاتی ہے

اور [امام] محمد بن نصر مروزیؒ کچھ اہل علم سے نقل کرتے ہوئے [کتاب الصلاۃ] میں فرماتے ہیں کہ: نصیحت ایک قسم کا میلان قلب ہے جو اس شخص کے لئے ہوتا ہے جس کو نصیحت کی جاتی ہے خواہ وہ کوئی بھی ہو [تعریف ختم ہوئی] یعنی وہ مسلمان ہو یا کافر یا فاسق ہو پس ہر شخص کو اس کے حساب سے نصیحت کی جاتی ہے پس اگر وہ کافر ہے تو اسے اسلام کی دعوت دے کر نصیحت کی جاتی ہے اور اگر وہ فاسق ہے تو اسے اس کے فسق کو ترک کرنے کے لئے نصیحت کی جاتی ہے اور اگر وہ مومن ہے تو اس کی زیادتی ایمان کے لئے نصیحت کی جاتی ہے تو نصیحت اس میلان قلب کا نام ہے جو اس شخص کے تئیں ہوا کرتا ہے جس کو نصیحت کی جاتی ہے خواہ وہ کوئی بھی ہو

اور [امام] ابوعمرو بن صلاحؒ نے اس [نصیحت] کے تعلق سے فرمایا: کہ نصیحت سے مراد وہ جامع لفظ ہے جو اس شخص کے تئیں وسائل خیر اور نصیحت کرنے والے کے عملی اور فعلی ارادہ پر محتوی ہوتا ہے جس کو نصیحت کی جاتی ہے

اور اس سلسلہ [نصیحت] کی بنیاد قرآنی آیات اور نبی کریم ﷺ کی وہ حدیث

ہے جو صحیح مسلم میں ابورقیہ تمیم داریؓ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا : دین خیر خواہی کا نام ہے مسلم کے علاوہ دیگر روایتوں میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس جملہ کو تین بار دہرایا کہ دین خیر خواہی کا نام ہے دین خیر خواہی کا نام ہے دین خیر خواہی کا نام ہے [صحیح ابن حبان حدیث نمبر: ۴۵۷۵ ۱۰/۴۵۳ سنن ابوداؤد: حدیث نمبر ۴۹۴۴) سنن نسائی حدیث نمبر: ۴۱۹۹ ۷/۱۵۷) مسند احمد بن حنبل وغیرہ] صحابہؓ نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! آخر یہ نصیحت کن کے لئے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے لئے اور اس کی کتاب کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور مسلم حکمرانوں اور عام مسلمانوں کے لئے [صحیح مسلم حدیث نمبر: ۵۵ جلد ا ص ۷۴]

میرے بھائیو! یہ حدیث بہت ساری بھلائیوں پر مشتمل ہے اور اس کے متعلق علمائے حدیث نے گفتگو فرمائی ہے جیسے حافظ ابونعیم بایں طور کہ انہوں نے کہا کہ: اس حدیث کا اسلام میں ایک مقام ہے اور محمد بن اسلم طوسی نے اس حدیث کے متعلق فرمایا: کہ یہ اللہ کے دین کا ایک چوتھائی حصہ ہے [بات ختم ہوئی] اور صاحب سنن ابوداؤد سجستانی نے کہا کہ: یہ حدیث ان احادیث میں سے ایک ہے جن پر اللہ تعالی کے دین کی فقہ کا دارومدار ہے

اور اللہ کے نبی ﷺ کے فرمان میں اَلدِّیْنُ اَلنَّصِیْحَۃُ [کا جملہ] ایک عظیم جملہ ہے پس نبی ﷺ نے نصیحت کا تعلق دین سے جوڑا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اس لیکچر میں اپنے بھائیوں کے سامنے کچھ ایسے اہم مواقف رکھوں جو مواقف [حدیث جبریل] میں نبی ﷺ اور جبریل کے بیچ دوران سوال و جواب پیش آئے جیسا کہ عمرؓ کی صحیح حدیث میں ہے کہتے ہیں کہ: ہمارے پاس انتہائی سفید کپڑوں والا اور انتہائی سیاہ بالوں والا ایک شخص آیا اس کے اوپر سفر کے آثار نہیں دکھائی پڑتے تھے اور ہم میں سے اسے کوئی پہچانتا بھی نہ تھا پس وہ نبی ﷺ کے پاس آبیٹھا اس نے اپنے گھٹنے آپ کے دونوں گھٹنے سے لگائے اور اپنی دونوں ہتھیلیاں آپ کی دونوں رانوں کے اوپر رکھ دئے (اور اس کا تعلق طلب علم کے باب میں ادب سے ہے) اور پوچھا کہ اے محمد! آپ مجھے اسلام کے بارے میں بتلایئے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی شہادت دو کہ اللہ تعالی کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں پھر اسلام کے پانچوں ارکان کا ذکر کیا پوچھنے والے نے کہا کہ آپ نے بجا فرمایا تو صحابہ کرامؓ کو اس بات سے تعجب ہوا اور وہ عرض گذار ہوئے کہ ہمیں تو اس کے اوپر

تعجب ہوا کہ یہ آپ سے پوچھتا بھی ہے اور پھر اس کی تصدیق بھی کر دیتا ہے)
اس نے کہا کہ آپ مجھے ایمان کے بارے میں بتلایئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا
ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کے اوپر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس
کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور تقدیر کی اچھائی اور اس کی برائی پر ایمان
لاؤ اس نے کہا کہ آپ نے بجا فرمایا راوی کہتے ہیں کہ ہمیں تعجب ہوا کہ وہ سوال
کرتا ہے پھر اس کی تصدیق کرتا ہے اس نے کہا کہ آپ مجھے احسان کے بارے
میں بتلایئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم
اسے دیکھ رہے ہو پس اگر تم اسے دیکھتے نہیں ہو (تو کم از کم یہ تصور رکھو) کہ وہ تم کو
دیکھ رہا ہے اس نے کہا کہ آپ نے بجا فرمایا صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہمیں تعجب ہوا کہ یہ
آپ سے سوال کرتا ہے پھر اس کی تصدیق بھی کر دیتا ہے پھر اس نے قیامت کے
بارے میں پوچھا اور اس کی علامتوں کے بارے میں پوچھا [مکمل حدیث صحیح مسلم میں
جلد نمبر ا ص ٣٦ اور حدیث نمبر ٨ میں مروی ہے]

بر وقت محل شاہد یہ ہے کہ جب وہ [شخص] اٹھ کر جانے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا
کہ: یہ جبریل تھے جو تمہیں تمہارے دین کی بات سکھانے آئے تھے اور میرے
پیارے بھائی میں آپ سے یہ چاہتا ہوں آپ اس جملہ اور آپ ﷺ کے فرمان

[اَلدِّیْنُ اَلنَّصِیْحَۃُ] کے بیچ جو ربط ہے اس پر دھیان دیں کہ الدین النصیحۃ کی دلالت کس چیز پر ہے؟

جیسا کہ بہت سارے اہل علم کا کہنا ہے کہ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نصیحت اسلام و ایمان اور احسان کی ان سبھی خصلتوں کو شامل ہے جن کا تذکرہ گزشتہ حدیث جبریل میں ہوا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: یہ جبریل تھے جو تمہارے پاس تمہارے دین کی بات سکھانے آئے تھے اور یہاں آپ ﷺ نے فرمایا کہ: پورا دین خیر خواہی [پر مشتمل] ہے

اور آپ کے سامنے موجود اس کتاب میں یہی عظیم حدیث ہماری گفتگو کا مرکز ہوگی یعنی نصیحت کے متعلق گفتگو ہوگی اور آدمی کے دین اور اس کی دنیا کی اصلاح میں اس کی کیا اہمیت ہے؟ اس پر گفتگو ہوگی اس موضوع کو اگلے صفحات میں مختلف تنبیہات کے تحت بیان کیا جائے گا ان شاء اللہ

پہلی تنبیہ: اللہ تعالی کی خیر خواہی کے بیان میں

اوراس کا دارومدار آپ ﷺ کے فرمان (لِلّٰہِ) پر ہے یعنی نصیحت اللہ کے لئے جو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے استفسار کے جواب میں ہے جب انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کس کے لئے؟

اور اللہ کی خاطر نصیحت ہے کہ مکمل طور سے اس کے واجبات کی ادائیگی کی جائے اور یہی احسان کا مقام ہے اور اللہ تعالی کی خاطر نصیحت اس کے بغیر مکمل ہوتی ہی نہیں اور یہ نصیحت مکمل طوپر واجبات و مستحبات کی ادائیگی کے بغیر اور حرام و مکروہ چیزوں کو اس طرح ترک کئے بغیر نہیں ہوسکتی جس طرح ہمارے رب نے ان سے منع کیا ہے اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ محبت کا درجہ خوف سے بڑھا ہوا ہے ، پس محبت کا مقام اور اس کے درجات خوف کے مقام اور اس کے درجات سے بڑھے ہوئے ہیں جیسا کہ فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا: اگر تمہارے پاس دو خادم ہوں ایک تم سے محبت کرتا ہو اور دوسرا تم سے خوف کھاتا ہو تو ان میں تمہارا سب سے زیادہ خیر خواہ کون ہوسکتا ہے؟ کوئی شک وشبہ نہیں کہ جو تم سے محبت کرتا ہے وہی تمہاری موجودگی اور عدم موجودگی میں تمہاری خیر خواہی کرے گا اور جو تم سے

خوف کھاتا ہے وہ تو تمہاری موجودگی میں تمہاری خیر خواہی کرے گا اور تمہاری عدم موجودگی میں اس کے برعکس کرے گا اور اس بارے میں ایک حدیث آئی ہے جسے امام احمد اور طبرانی اور حمیدی نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے ابو الاحوص عوف بن مالک جشمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے فرمایا کہ: اگر تمہارے پاس دو خادم ہوں ان میں سے ایک تمہاری اطاعت کرتا ہو اور تمہاری خیانت نہ کرتا ہو اور تم سے جھوٹ نہ بولتا ہو اور دوسرا تمہاری خیانت کرتا ہو اور تم سے جھوٹ بولتا ہو تمہارا کیا خیال ہے کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ میں نے کہا کہ نہیں اے اللہ کے رسول! بلکہ جو میری خیانت نہیں کرتا ہے اور مجھ سے جھوٹ نہیں بولتا ہے اور مجھ سے سچی بات چیت کرتا ہے وہی میرے نزدیک زیادہ محبوب ہوگا تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ ایسے ہی تمہارا معاملہ تمہارے رب کے پاس ہے [مسند احمد حدیث: ۸۸۳ جلد نمبر ۲ ص ۳۹۱ اور ۱۷۲۶۷ جلد نمبر ۴ ص ۱۳۶ معجم الکبیر للطبرانی حدیث: ۶۲۲ جلد نمبر ۱۹ ص ۲۸۲]

اور اللہ کی خاطر نصیحت کا مقصد یہ ہے کہ بندہ مخلوق کے حقوق ادا کرنے سے پہلے خالق کا حق ادا کرے اور اگر انسان کے سامنے دونوں طرح کے معاملات در پیش ہوں تو اس کی ذمہ داری ہے کہ اللہ تعالی کے حق سے اس کا آغاز کرے [پہلے اللہ

کا حق ادا کرے]اور یقیناً معاویہؓ نے عائشہؓ کو پیغام بھجوایا جس میں عرض کیا کہ آپ میرے لئے کوئی خط لکھیں پر اس میں میرے سلسلے میں طوالت سے کام نہ لیں تو حضرت عائشہؓ نے ان کو وصیت کرتے ہوئے نبی ﷺ کی حدیث تحریر کی کہ: جس نے اللہ کی ناراضگی مول لے کر لوگوں کو خوش کیا اللہ اس کے اوپر ناراض ہوگا اور لوگ اس کے اوپر ناراض ہو جائیں گے اور جس نے اللہ کی رضا مندی کا سودا کر کے کر لوگوں کو ناراض کیا تو اللہ تعالی اس سے خوش ہوگا اور لوگ اس سے خوش ہو جائیں گے

اور اللہ تعالی کی خاطر نصیحت کے متعلقات میں سے صحیح اعتقاد ہے اس طرح کہ تمہارا عقیدہ تمہارے رب اور تمہارے خالق کے بارے میں تمہارے نبی ﷺ کا عقیدہ اور صحابہ کرامؓ کا عقیدہ ہو اور اس امت کے سلف صالحین کا عقیدہ ہو مومن کے لئے موزوں ہے کہ وہ اسی عقیدہ پر رہے اور اس عقیدہ کا آغاز اس کی وحدانیت سے ہو اس طرح کہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالی زندہ موجود ہے پھر اس کی ربوبیت میں اس کو تنہا جانے اس طرح کہ عقیدہ رکھے کہ وہی [اللہ] خالق ورازق احسان کرنے والا اکرام کرنے والا اور یہ اللہ تعالی کے تئیں نصیحت کی سب سے

بڑی قسم ہے اور علماء اسے توحید ربوبیت کہتے ہیں اور اگر تم اس طرح تعریف کرنا چاہو تو کہو کہ: رب کو اس کے افعال کے ذریعہ ایک جاننا یہی توحید ربوبیت کا مطلب ہے کیونکہ بہت سارے لوگ فرق نہیں کر پاتے اور معاملات ان پر گڈمڈ ہو جاتے ہیں اور موقع کی مناسبت سے عرض ہے کہ صرف توحید ربوبیت کا عقیدہ رکھنے والا دوزخ سے نجات نہ پائے گا پس ابولہب اور ابوجہل اور امیہ بن خلف یہ سبھی توحید ربوبیت کا اعتراف کرتے تھے ہمارے رب کے اس فرمان کو سنئے ﴿ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُونَ ﴾ اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً یہ جواب دیں گے کہ اللہ نے پھر یہ کہاں الٹے جاتے ہیں [الزخرف : ٨٧] ﴿ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ﴾ اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمان وزمین کا خالق کون ہے؟ تو یہ ضرور جواب دیں گے کہ اللہ [لقمان : ٢٥] بلکہ مشرکین نے تو محض اس کا تقرب چاہنے کے لئے بتوں کی پرستش کی جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُونَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ﴾ اور ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ [بزرگ] اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک

ہماری رسائی کرادیں[الزمر:۳]اور جب نبی ﷺ کا سامنا حصین سے ہوا تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تم کتنوں کو پوجتے ہو؟ اس نے کہا میں سات کو پوجتاہوں چھ زمین میں ہیں اور ایک آسمان میں ہے آپ نے پوچھا کہ ان ساتوں میں سے کس سے اپنی حاجت برآری کی امید رکھتے ہواس نے کہا کہ جو آسمان میں ہے آپ نے فرمایا اے حصین اسلام لے آئیں تمہیں کچھ باتیں بتا تا ہوں جو تمہارے لئے نفع بخش ہوں گی[سنن ترمذی حدیث نمبر:۳۴۸۳)۵/۵۱۹المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر:۳۹۶ ۱۸/۱۷۴المعجم الاوسط للطبرانی(۱۹۸۵ ۲/۲۸۰]

تو اس کے بعد حصین مشرف باسلام ہو گئے اللہ ان سے راضی ہواور وہ اللہ سے راضی ہوں ، ہمارا مطلب یہ ہے کہ انسان کو اپنے عقیدہ کے متعلق اللہ تعالی کا خوف کھانا چاہئے ربوبیت کے تعلق سے اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ یقیناً اللہ تعالی ہی خالق ورازق احسان وانعام کرنے والا اور زندگی وموت دینے والا ہے وغیرہ وغیرہ یہی رب کو اس کے افعال میں یکتا جاننا ہے

پھر اللہ تعالی کے تئیں نصیحت کے ضمن میں سے ہے کہ الوہیت کے پہلو میں اللہ تعالی کے بارے میں یکتائیت کا عقیدہ رکھا جائے اور ربوبیت اور الوہیت کے بیچ فرق یہ ہے کہ: ربوبیت رب کو اس کے افعال میں یکتا ماننے کا نام ہے اور

جہاں تک الوہیت کی بات ہے تو اس کا مطلب ہے کہ بندہ اللہ تعالی کو اپنے افعال میں یکتا جانے پس ربوبیت کا تعلق تمہارے پروردگار کے افعال سے ہے کہ وہ خالق ہے رازق ہے احسان کرنے والا ہے وغیرہ مگر الوہیت یہ ہے کہ اے بندے! تم اپنے افعال میں اللہ تعالی کو یکتا مانو جیسے دعا اور استغاثہ اور ذبح و نذر.

پس عبادت کی ان مذکورہ اقسام اور عبادت کی سبھی قسموں میں اللہ تعالی کو تنہا جاننا ضروری ہے؛ اس لئے کہ جس کسی نے عبادت کی ان قسموں میں سے کوئی بھی غیر اللہ کے لئے انجام دی تو وہ مشرک و کافر ہے ہم اللہ تعالی سے سلامتی اور عافیت چاہتے ہیں

اور توحید کی اسی قسم کے تعلق سے اللہ کے نبیوں کے درمیان اور ان کی قوموں کے بیچ عداوتیں ہوئیں اور یہی توحید الوہیت ہے اور دراصل یہی کلمہ لا الہ الا اللہ کا مطلب ہے کہ اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور درحقیقت اللہ تعالی کے فرمان [اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ] کا یہی مفہوم ہے اور اسی کی خاطر مخلوق کو وجود میں لائی گئی اور رسول مبعوث کئے گئے اور جنت

ودوزخ قائم کئے گئے اور لوگ کافر و بد بخت اور مومن خوش بخت میں منقسم ہوئے اور اسی توحید کے اوپر اوروں کا دارومدار ہے

ایسے ہی اللہ تعالی کے تئیں نصیحت یہ ہے کہ اس کو اس کے اسماء اور اس کی صفات میں یکتا جانا جائے اس طرح کہ عقیدہ رکھا جائے اللہ تعالی کے کچھ نام اور اس کے کچھ اوصاف ہیں جو اس کی جلالت وعظمت کے شایان شان ہیں اور یہ مخلوق کے اوصاف کے مشابہ نہیں ہیں اور اس کی صفت اعلی ہے پھر ان اسماء وصفات کو بغیر تحریف و کیفیت اور مثال اور تعطیل وتشبیہ کے اسی طرح ثابت مانا جائے جس طرح اللہ تعالی نے ان کو اپنی کتاب اور اس کے رسول نے اپنی سنت میں اس کے لئے ثابت کیا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے ﴿فَاطِرُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجاً وَمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجاً يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾

ترجمہ: وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس کے جوڑے بنادئے ہیں اور چوپایوں کے جوڑے بنائے ہیں تمہیں وہ اس میں پھیلا رہا ہے اس جیسی کوئی چیز نہیں وہ سننے اور دیکھنے والا ہے [الشوری:١١]

اورتم اسی خالص عقیدہ کے ذریعہ ان جہمیہ اور معتزلہ کی مخالفت کررہے ہو جو اللہ تعالی کے اسماء وصفات کی نفی کرتے ہیں اور ان اشاعرہ کی مخالفت کررہے ہو جو اللہ تعالی کی صرف سات صفات کو مانتے ہیں اور بقیہ کا انکار کرتے ہیں اور جہاں تک ان اہل ایمان اور اہل توحید کی بات ہے جو سلف صالحین کے منہج پر ہیں تو وہ اللہ تعالی کے تمام اسماء وصفات کو مانتے ہیں یہاں تک کہ جن صفتوں کو مذمت اور کمی کے طور پر دیکھا جاتا ہے ان کو اللہ تعالی کے لئے کمال اور مدح کے طور پر مانتے ہیں کیونکہ اللہ تعالی کے لئے ان کو مطلق طور بر بولانہیں جاتا بلکہ ان کے بالمقابل میں بولا جاتا ہے جیسے مکر [دھوکہ بازی] تو انسان کے لئے جائزنہیں کہ وہ یہ کہے کہ اللہ تعالی مکر کرنے والا ہے مگر ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ اپنے بالمقابل آنے والی صفت کے لئے ایک صفت ہے تو اس طرح یہ صفت مدح ٹھہرے گی

جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ﴾

ترجمہ: اور وہ تو اپنی تدبیریں کررہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کررہا تھا اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے [الانفال:۳۰]

پس یہ یہاں اللہ تعالی کے حق میں صفت مدح ہے اور اسی کی مانند استہزاء ہے بایں طور کہ اللہ تعالی نے منافقین اور ان کا اہل ایمان سے ہنسی مذاق کرنے کے بارے میں فرمایا ﴿وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُونَ﴾

ترجمہ: اور جب اپنے بڑوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں ہم تو ان سے صرف مذاق کرتے ہیں [البقرۃ:۱۴] اس کے بعد اللہ تعالی نے فرمایا ﴿اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ﴾ اور منافقین کے بارے میں فرمایا ﴿يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ﴾ یہ اللہ سے چال بازیاں کرر ہے ہیں اور وہ انہیں اس چالبازی کا بدلہ دینے والا ہے [النساء:۱۴۲]

پس یہ اپنے برعکس آنے والی صفت کے لئے صفت مدح ہے

پس ہمارا محل شاہد یہ ہے کہ انسان تمام اسماء وصفات کو ثابت مانتا ہے اور اس سلسلے میں شک نہیں کرتا ہے اور اللہ تعالی کو اس کی مخلوق کے مشابہ نہیں مانتا ہے اور معاملہ تو یہ ہے مخلوقات کی صفتیں آپس میں خود ایک دوسرے سے مختلف ہیں پس جب تم مثال کے طور پر کہتے ہو بچہ کا سر قلم کا سر (نوک) مرغ کا سر پہاڑ کا سر (چوٹی)

گدہے کا سر انسان کا سر تو ہر ذی عقل انسان سمجھتا ہے کہ یہ سر ایک دوسرے سے مختلف ہیں جب کہ یہ تو مخلوق کی صفتیں ہیں تو پھر خالق کی صفات کے بارے میں ہم کیسے کہہ سکتے ہیں؟ کیا خالق اور مخلوق کی صفتیں ایک جیسی ہو سکتی ہیں؟ ایک تو رب ہے اور دوسرا بندہ ہے دونوں آپس میں مشابہ نہیں ہو سکتے ہیں!!!

تو ہم اللہ تعالی کے لئے سبھی اسماء وصفات بغیر کسی تحریف وتشبیہ اور مثال کے مانتے ہیں جیسا کہ ہم یہ بات بتلا چکے ہیں اور یہ وہی عقیدہ ہے جس پر سلف [قائم] تھے اس بارے میں وہ کہتے ہیں کہ: ان کو بغیر کیفیت کے ویسے ہی گزار دو جس طرح یہ وارد ہیں پس یہ اللہ تعالی کے تئیں نصیحت کے متعلقات میں سے ہے

ایسے ہی اللہ تعالی کے تئیں نصیحت کے ضمن میں یہ ہے کہ اس کی عبادت کے تعلق سے خالص نیت رکھی جائے یعنی تمہارا مقصد تمہارے رب کی عبادت سے اجر و ثواب کا حصول ہو جو اللہ تنہا ہے اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور اس کے سوا کوئی پروردگار نہیں ہے

اللہ تعالی نے فرمایا﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحاً وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَداً ﴾

ترجمہ: تو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہئے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے [الکھف:۱۱۰]

اور ایسے ہی نصیحت کرنے والے کا اللہ تعالی کی محبوب چیزوں کی اتباع ان میں کرنی ہے جن کو اس نے اس کے اوپر واجب قرار دیا ہے اور ان سے بچنا ہے جن کو اس نے اس کے اوپر حرام ٹھہرایا ہے اور یہ فرض کے قبیل سے ہے اور یہ واجب کے قبیل سے ہے انسان حرام چیزوں میں مبتلا ہونے سے دور رہے اور واجبات کی ادائیگی کرے یہ لازمی ہے اے اللہ کے بندے! اس میں تمہیں کوئی اختیار نہیں ہے اور جہاں تک اللہ تعالی کے تئیں نصیحت کی فضیلت کی بات ہے تو یہ اس کی محبت کو اپنی ذات کی محبت کے اوپر ترجیح دینا ہے وہ اس طرح کہ اس کے روبرو دو معاملے ہوں ان میں سے ایک اللہ کے لئے ہو اور دوسرا اس کے نفس کے لئے ہو اور یہ دوسرا مستحب کے قبیل سے ہو واجب کے قبیل سے نہ ہو ورنہ واجبات میں تو اللہ کی سمع وطاعت کرنی ہی ہے خواہ انسان چاہتا ہو یا نہ چاہتا ہو اور اسے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر جھکنا ہی ہے لیکن مثال کے طور پر انسان کے سامنے دو امور ہوں کہ کیا وہ رات کو تہجد کی ادائیگی کرے اور اللہ کی خاطر چند

رکعتیں ادا کرے یا سو جائے؟ پس اگر قیام اللیل پڑھا اور اللہ کی اطاعت کو مقدم کیا اور اپنے نفس کی راحت پر اللہ کی محبت کو ترجیح دی تو یہاں نوافل سے اس کا تعلق ہوگا نہ کہ فرائض سے ہوگا اور یہاں پر وہ اپنی محبت کو اپنے نفس کی محبت پر ترجیح دے رہا ہے پس جب اس کے سامنے دو معاملات آجائیں ان میں سے ایک اس کے نفس کے لئے ہو اور دوسرا اس کے رب کے لئے ہو تو اپنے رب والے معاملہ سے اس کا آغاز کرے اور اپنے نفس والی چیز کو مؤخر کردے

اور اسی طرح فرائض کی ادائیگی کا جب وہ عزم کرے تو انسان کے اوپر واجب ہے کہ وہ پختہ ارادہ کرے اور فرائض کی ادائیگی میں تردد نہ کرے اور منہیات سے باز رہنے میں تردد نہ کرے مگر جب انسان فرائض کی ادائیگی سے عاجز آجائے گویا اسے کوئی رکاوٹ درپیش ہو تو انسان اللہ تعالی کا خیر خواہ ہو بایں طور کہ جب اس کے اندر استطاعت پیدا ہو جائے اور رکاوٹ پیدا کرنے والی علت ختم ہو جائے تو اس فریضہ کو ادا کرنا پسند کرے اور اسی سے متعلق اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهِ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ

﴾

ترجمہ: ضعیفوں پر اور بیماروں پر اور ان پر جن کے پاس خرچ کرنے کو کچھ نہیں بشرطیکہ اللہ اور اس کے رسول کی خیر خواہی کرتے رہیں ایسے نیک کاموں پر الزام کی کوئی راہ نہیں [التوبۃ :۹۱]

اور اسی سے متعلق ہمارے رب کا فرمان اس کی معزز کتاب میں ہے ﴿ وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَا اَتَوكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا اَجِدُ مَا اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ﴾

ترجمہ: آپ جواب دیتے ہیں کہ میں تو تمہاری سواری کے لئے کچھ بھی نہیں پاتا [التوبہ:۹۲]

تو انہوں نے اللہ کی خاطر نصیحت کی اور اللہ کے واجب کردہ امور کو انجام دینا چاہا ﴿قُلْتَ لَا اَجِدُ مَا اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ﴾ اس میری طاقت میں وہ چیزیں نہیں جن سے تم اللہ کے راستہ میں جہاد کرسکو تو نتیجہ کیا ہوا؟ فرمایا ﴿ تَوَلَّوا وَاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُوْنَ﴾

ترجمہ: وہ رنج وغم سے اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے لوٹ جاتے ہیں کہ انہیں خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی میسر نہیں [التوبۃ :۹۲]

پس انہوں نے اللہ کی خاطر خیر خواہی کی اور ان کو رکاوٹ درپیش آگئی مگر ان کی تمنا تھی کہ یہ ختم ہو جائے اسی وجہ سے وہ واپس چلے گئے اس حال میں کہ ان کی آنکھوں سے اشک رواں تھے

اسی طرح اللہ کی خاطر نصیحت کے متعلقات میں سے ہے کہ: کہ تم اس کی معصیت سے کبھی رضامندی ظاہر نہ کرو یہاں تک بذت خود اگر اس کی برائی کو نہیں کرتے ہو اور دوسرا کر رہا ہے تو اس پر رضامندی ظاہر نہ کرو پس جب تم معصیت دیکھو اور تمہیں ایسے ناپسندیدہ امور نظر آئیں جو غضب الٰہی کا باعث بنتے ہوں تو تمہارے اوپر واجب ہے کہ اللہ کے غضب کے لئے تم غضبناک ہو جاؤ اور اس سے راضی مت ہو اور اپنی استطاعت بھر اس کو ناپسند کرو اور اس کا انکار کرو خواہ ایسی خیر خواہی کے ذریعہ ہو جسے تم کر سکتے ہو یا بھلائی کا حکم دے کر اور برائی سے روک کر کے ہو تو یہ بھی اس کے اندر داخل ہے اور اس منکر کی تبدیلی تمہاری طاقت کے اعتبار سے ان مراتب کے اعتبار سے ہوگی جن کو نبی ﷺ نے بیان کیا ہے

اور اسی طرح اللہ کی خاطر نصیحت کی ضمن میں یہ بات داخل ہے کہ اطاعت اور

اطاعت گزاروں سے محبت کی جائے پس جب تم دیکھو کہ اللہ کی طاعت زمین میں منتشر ہو چکی ہے تو اسے پسند کرو اور بشارت سناؤ کہ اللہ تعالی کی اطاعت کی جارہی ہے اور نافرمانی نہیں کی جارہی ہے اور یہ بھی اللہ تعالی کے تئیں نصیحت کے قبیل سے ہے کیونکہ تم وہ پسند کرتے ہو جسے اللہ پسند کرتا ہے اور [امام] ابن مبارکؒ نے اسی چیز کو مراد لیا تھا جب ان سے پوچھا گیا اور ان سے کہا گیا کہ کون سا عمل بہتر ہے؟ تو جواب دیا کہ اللہ کی خاطر نصیحت سب سے بہتر عمل ہے یعنی خیر کی محبت اور شر کی ناپسندیدگی اور اللہ تعالی کے دین کے انتشار میں جو کچھ ذکر کیا گیا ہے وغیرہ اللہ تعالی کے تئیں نصیحت کے ضمن میں یہ مختصر باتیں ہیں

دوسری تنبیہ: اللہ تعالی کی کتاب کے تئیں خیر خواہی کے بیان میں

اور اللہ کی کتاب کی خیر خواہی اس پر ایمان لا کر ہو سکتی ہے اور یہ پختہ اعتقاد رکھنا کہ یہ اللہ تعالی کا کلام ہے اور وہی ہے جس نے یہ کلام کیا ہے اور یہ اللہ کی جانب سے نازل کردہ ہے مخلوق نہیں ہے اسی کے پاس سے آیا ہے اور اسی کی طرف واپس چلا جائے گا اور ایسے ہی اس کی خیر خواہی ہوتی ہے کہ اس کو نہ چھوڑا جائے اور اس کی خیر خواہی اس کی تلاوت کر کے ہوتی ہے جیسا کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام کیا کرتے تھے اور اسی لئے آپ ﷺ اس کے ساتھ خیریت کو ملایا کرتے تھے جیسا کہ حضرت عثمان بن عفانؓ کی حدیث میں ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن کو سیکھے اور اسے دوسروں کو سکھائے اور مخصوص سورت پر آپ ترغیب دلاتے تھے جیسے کہ اس کا فرمان ہے سورہ بقرہ پڑھو پس اس کے اپنانے میں برکت ہے اور اس کے ترک کرنے میں حسرت ہے جادوگر اس کی طاقت نہیں رکھتے [صحیح مسلم: حدیث نمبر: ۸۰۴ (۱/۵۵۳) صحیح ابن حبان حدیث: ۱۱۶ (۱/۳۲۲) بیہقی حاکم مسند احمد] اور آپ ﷺ نے فرمایا جیسا کہ صحیح حدیث میں عقبہ بن عامرؓ کی حدیث میں ہے کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نکلے اور ہم صفہ میں تھے تو آپ نے فرمایا: تم میں سے کون یہ چاہتا ہے

کہ وہ ہر روز وادی بطحان جائے یا وادی عقیق تک جائے اور وہاں سے بغیر گناہ اور قطع رحمی کئے ہوئے دو موٹی تازی اونٹنیاں لے کر آئے تو ہم نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! ہم تو اسے چاہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ تم میں کا ایک شخص مسجد کیوں نہیں جاتا تا کہ وہ اللہ کی کتاب سے دو آیتیں سیکھے یا پڑھے جو اس کے لئے دو اونٹنیوں سے بہتر ہوں اور تین آیتیں سیکھے یا پڑھے جو اس کے لئے تین اونٹنیوں سے بہتر ہوں اور چار آیات سیکھے یا پڑھے جو اس کے لئے چار اونٹنیوں سے بہتر ہوں اور [اسی طرح جتنی بھی آیتیں ہوں وہ] ان کی گنتی کے برابر اونٹوں سے بہتر ہیں [صحیح مسلم حدیث: ۸۰۳ (۱/۵۵۲) صحیح ابن حبان حدیث: ۱۱۵ (۱/۳۲۱) سنن ابوداؤد اور مسند احمد بن حنبل] اور اسی طرح آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: روزہ اور قرآن بندہ کے لئے سفارش کریں گے روزہ کہے گا اے میرے رب! میں نے اسے دن میں کھانے پینے اور شہوتوں سے روک دیا تھا پس اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما اور قرآن کہے گا: میں نے اسے رات میں سونے سے روک دیا تھا پس یہ دونوں سفارش کریں گے [مستدرک حاکم حدیث: ۲۰۳۶ (۱/۷۴۰) مسند احمد بن حنبل حدیث: ۹۶۲۶ (۲/۱۷۴)]

اور اگر ہم نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کا تعامل ان کے دوران قیام

قرآن کے ساتھ دیکھیں تو ہم کو اس سے تعجب ہوگا صحیح مسلم میں حضرت حذیفہ بن یمانؓ اور ان کے والد سے ثابت ہے کہ انہوں نے ایک رات نبی ﷺ کے ساتھ قیام اللیل کیا حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ ایک رات نماز پڑھی تو آپ نے سورہ بقرہ شروع کی تو میں نے سوچا کہ سو آیت پڑھ کر رکوع کریں گے پھر آپ پڑھتے رہے تو میں نے سوچا کہ اسے ختم کر کے ایک رکعت پوری کرلیں گے پس آپ پڑھتے رہے تو میں نے سوچا کہ اب رکوع کریں گے پھر آپ نے سورہ نساء شروع کی پھر سورہ آل عمران شروع کی اور اس کو پڑھ ڈالا ان کو آہستہ آہستہ پڑھتے جب کسی آیت تسبیح سے گزرتے تو تسبیح کرتے اور جب کسی سوال سے گزرتے تو سوال کرتے اور جب پناہ والی جگہ سے گزرتے تو پناہ مانگتے پھر آپ نے رکوع کیا اور یہ دعا پڑھنے لگے سبحان ربی العظیم پس آپ کا رکوع آپ کی قیام کے جیسا تھا صلوات ربی وسلامہ علیہ پھر آپ نے سمع اللہ لمن حمدہ کہا پھر رکوع کے اتنا تقریبا ایک طویل قیام فرمایا پھر سجدہ کیا تو سبحان ربی الاعلی پڑھا پس آپ کا سجدہ تقریبا آپ کی قیام کے جیسا تھا اور جریر کی حدیث میں زیادتی ہے کہ آپ نے کہا سمع اللہ لمن حمدہ ربنا

لک الحمد [صحیح مسلم حدیث:۷۷۲(۵۳۶/۱) صحیح ابن خزیمہ حدیث:۵۴۲(۲۷۲/۱) سنن نسائی مسند احمد بن حنبل]

اور اسی لئے کچھ سلف حضرات کا بیان ہے رات والوں کی رات گانے والوں کی راتوں سے کہیں لذیذ ہے

اور اللہ تعالی کی کتاب کی خیر خواہی سے متعلق اس کی آیتوں میں غور کرنا ہے جیسا کہ ابن القیمؒ نے فرمایا

فتدبر القرآن ان رمت الهدى فالعلم تحت تدبر القرآن

[القصيدة النونية لابن القيم]

ترجمہ: پس قرآن پر غور کرو اگر ہدایت چاہتے ہو کیونکہ علم قرآن پر غور کرنے کے نتیجہ میں حاصل ہے

پس قرآن میں غور وفکر کرنے اور تدبر کرنے کی ضرورت ہے اور اسی لئے ہمارے رب نے اپنی کتاب میں فرمایا

﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ لِيَدَّبَّرُوْا آيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اس لئے نازل فرمایا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور و فکر کریں [ص:۲۹]

اوراللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿اَفَلا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرآنَ اَمْ عَلیٰ قُلُوبٍ اَقْفَالُهَا﴾
ترجمہ: کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں [محمد:۲۴]

اوراللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿اَفَلا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرآنَ وَلَو کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافاً کَثِیْراً﴾
ترجمہ: کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقیناً اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے [النساء : ۸۲] اور اگر انسان اس قرآن کے اوپر غور کرے تو یہ اسے لہو و عبث کی مجلسوں اور غلط حکایتوں سے دور رکھیں گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی معزز کتاب میں فرمایا اَللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِیْثُ
ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے [الزمر۲۳] پس یہ سب سے بہتر و افضل بات ہے

بلکہ ان تمام میں سب سے بہتر اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جن کے ذریعہ محفلیں آباد کی جاتی ہیں پس عقلمند کے لئے موزوں ہے کہ وہ اللہ کے کلام پر غور وفکر کرنے کی خواہش پیدا کرے اور اسی چیز کو آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرتے تھے اور جہاں

تک ہمارے نبی محمد ﷺ کی حالت کی بات ہے تو عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک روز آپ نے فرمایا تم میرے سامنے قرآن کی تلاوت کرو انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ! میں آپ کے سامنے قرآن کی تلاوت کروں اور آپ ہی کے اوپر قرآن نازل ہوا آپ نے فرمایا جی ہاں پس میں اسے اپنے علاوہ سے سننا چاہتا ہوں پس جب انہوں نے آپ کے سامنے سورۃ نساء پڑھنی شروع کی اور اللہ تعالی کے فرمان ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ پر پہونچے [ترجمہ] پس کیا حال ہوگا جس وقت کہ ہر امت میں سے ہم ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے [النساء:۴۱] تو آپ نے فرمایا کہ بس کرو اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ رک جاؤ عبداللہ کہتے ہیں کہ تو میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھیں اشکبار ہیں [صحیح بخاری حدیث :۴۷۶۳ (۱۹۲۵/۴) اور حدیث: ۴۷۶۸ (۱۹۲۷/۴)]

تو یہ قرآن کے ساتھ آپ ﷺ کا تعامل تھا اور ابو بکر صدیقؓ جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تو رونے کی وجہ سے آپ کی آواز سنائی نہیں پڑتی تھی اور حضرت عمرؓ نے اللہ تعالی کے اس قول ﴿ وَالطُّورِ وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ فِي رَقٍّ مَّنشُورٍ وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوعِ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ إِنَّ عَذَابَ

رَبِّکَ لَوَاقِعٌ مَا لَهُ مِنْ دَافِعٍ قسم ہے طور کی اور لکھی ہوئی کتاب کی جو جھلی کے کھلے ہوئے ورق میں ہے اور آباد گھر کی اور اونچی چھت کی اور بھڑکائے ہوئے سمندر کی بے شک آپ کے رب کا عذاب ہو کر رہنے والا ہے [الطور: ۱ تا ۸] کی تلاوت فرمائی بیمار پڑ گئے اور ان کی عیادت کی جانے لگے اور ان کے گھر میں ان کی زیارت کی جانے لگی اور آپ ؒ نے صحابہ کو نماز پڑھائی تو سورہ یوسف کی تلاوت فرمائی پس جب یعقوب کی حکایت اللہ تعالی کے اس قول پر پہونچے ﴿اِنَّمَا اَشْکُوْ بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰهِ﴾ [ترجمہ] میں تو اپنی پریشانیوں اور رنج کی فریاد اللہ سے کر رہا ہوں [یوسف : ۸۶] تو اللہ نے ان کی سنی ہاں مگر اللہ تعالی ہی مددگار ہے ہمارے دل سخت ہو چکے ہیں اور ان کی حالت تبدیل ہو چکی ہے تو ہم اللہ تعالی سے عافیت اور پناہ مانگتے ہیں اور تو اس طرح سلف صالحین کا رویہ قرآن کے ساتھ تھا اور جب عائشہؓ نے اپنے رب کے فرمان ﴿وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰی رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ﴾ کی تلاوت کی [ترجمہ] اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل کپکپاتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں [المؤمنون : ۶۰] آیت پر غور و فکر کیا اور

نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھنے اور استفسار کرنے لگیں کہ اے اللہ کے رسول! یہ کون لوگ ہیں جن کو ان کی مرادیں عطا کی گئیں پھر بھی ان کے دل لرزاں ہیں؟ کیا یہ ایسے لوگ ہیں جو زنا کرتے ہیں اور چوری کرتے ہیں اور شراب نوشی کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں اے صدیق کی بیٹی! یہ ایسے لوگ ہیں جو روزہ رکھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور حج کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کا حج قبول ہوا یا نہیں؟ [مستدرک حاکم حدیث: ۴۸۶ (۲/۴۲۷) سنن ترمذی حدیث :۳۱۷۵(۵/۳۲۷) سنن ابن ماجہ حدیث ۴۱۹۸ (۲/۱۴۰۴) مسند احمد بن حنبل ۲!۲۵۳ اور ۶ ۲۵۷۴]

اور جب کسی پوچھنے والے نے **ظالم لنفسہ مقتصد** اور **السابق بالخیرات** کی ان تقسیمات کے تعلق سے پوچھا جسے اللہ تعالی نے تقسیم کیا ہے تو عائشہؓ نے **ظالم لنفسہ** کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ: میری اور تمہاری مانند اے بھتیجے! راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے آپ کو ہمارے ساتھ شمار کیا پس انسان کے لئے مناسب ہے کہ وہ قرآن میں غور کرے اور اللہ تعالی کے کلام کو دھیان سے پڑھے

اسی طرح اللہ کی کتاب کی خیر خواہی اس کے اوپر عمل کرنا ہے پس انسان کے اوپر

واجب ہے کہ وہ اللہ تعالی کی کتاب پر عمل کرے اور کتاب اللہ میں کسی طرح کی کوتاہی نہ برتے نہ تو چھوٹے معاملہ میں اور نہ ہی بڑے معاملہ میں اور قرآن میں آئی ہوئی ہر چیز کے اوپر عمل کرنے اور اسے نافذ کرنے کی خواہش پیدا کرے اور اپنے آپ سے جہالت کا بوجھ اور عمل سے پیچھے رہ جانے کا بوجھ دور کرے اور اللہ تعالی نے اپنی کتاب کے اوپر عمل کرنے کا حکم دیا ہے

﴿ يَآ اَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾

اے ایمان والو! ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جنہیں تم کرتے نہیں ہو [الصف : ٢ اور ٣]

اور اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَلَو اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ مَا فَعَلُوهُ اِلَّا قَلِيلٌ مِّنْهُمْ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْراً لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيتاً وَاِذاً لَّآتَيْنَاهُم مِّن لَّدُنَّا اَجْراً عَظِيماً وَلَهَدَيْنَاهُمْ صِرَاطاً مُّسْتَقِيماً﴾

ترجمہ: اور اگر ہم ان پر یہ فرض کر دیتے کہ اپنی جانوں کو قتل کر ڈالو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو اسے ان میں سے بہت کم ہی لوگ بجالاتے اور اگر یہ وہی کریں جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو یقیناً یہی ان کے لئے بہتر اور بہت زیادہ

مضبوطی والا ہو اور تب تو ہم انہیں اپنے پاس سے بڑا ثواب دیں اور یقیناً انہیں راہ راست دکھا دیں[النساء:٦٦ تا ٦٨]

پس انسان کے لئے موزوں ہے کہ وہ سیکھے اور عمل کرے اور سلف ایسا ہی کیا کرتے تھے سفیان کہتے ہیں کہ: میں نے کسی کی غیبت نہ کی جب سے میں نے جانا کہ غیبت حرام ہے اور اللہ تعالی کی کتاب میں اس کا یہ قول ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ترجمہ :پس آپ اپنا رخ مسجد حرام کی طرف پھیرلیں[البقرۃ:١٤٤] نازل ہوا تو صحابہ نے اسے قبول کیا جیسا کہ صحیح میں ہے کہ: اللہ کے رسول ﷺ نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے ١٦ یا سترہ ماہ نماز پڑھی اور اللہ کے رسول ﷺ کعبہ کی جانب متوجہ ہونے کو پسند کرتے تھے تو اللہ تعالی نے آیت نازل فرمائی ﴿قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ﴾ تو کعبہ کی جانب متوجہ ہوئے اور بیوقوفوں (یہودیوں) نے کہا ﴿مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ تو ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور نماز پڑھنے کے بعد نکلا تو اس کا گزر عصر کی نماز میں کچھ انصار صحابہ کے پاس سے

ہوا جو بیت القدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہے تھے تو فرمایا کہ وہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس نے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ نے اپنا چہرہ کعبہ کی طرف کیا ہوا تھا تو وہ لوگ مڑ گئے یہاں تک کہ کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے[صحیح بخاری حدیث :۳۹۰(۱۵۵/۱) اور حدیث :۴۱(۲۳/۱)]اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ تو وہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کی حکم کو قبول کرتے ہوئے ایسے ہی مڑ گئے جیسے وہ خانہ کعبہ کی جانب ہوں انہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم اپنی نماز سے فارغ ہو جائیں اور اپنی نمازیں پوری کر لیں اور جب اللہ تعالی کے فرمان ﴿ فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ﴾ [المائدۃ :۹۱] میں شراب کی حرمت نازل ہوئی تو صحابہ نے کہا کہ ہم باز آ گئے ہم باز آ گئے پس عقل مند کے لئے موزوں ہے کہ وہ عمل کرے اسے نافذ کرے اور یہ اللہ کے لئے خیر خواہی اور اس کی کتاب کی خیر خواہی ہوگی

ایسے ہی اللہ کی کتاب کی خیر خواہی یہ ہے کہ مشکلات کے واقع ہونے پر اس سے فیصلہ لیا جائے خواہ وہ مشکلات انفرادی ہوں یا اجتماعی ہوں یا ملکی ہوں پس یہ اللہ کی کتاب کی خیر خواہی ہوگی کہ ہر ادنی واعلی معاملہ میں اس کی جانب رجوع کیا

جائے

کیونکہ اللہ تعالی نے اس میں فرمایا﴿تِبیَاناً لِکُلِّ شَیٍٔ﴾

ترجمہ:اس میں ہر چیز کی وضاحت ہے[النحل :۸۹]

اوراللہ تعالی نے اس کے بارے میں فرمایا ﴿مَافَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیٍٔ ﴾

ترجمہ: ہم نے کتاب میں کوئی کمی نہیں رکھی[الانعام:۳۸]

اوراللہ تعالی نے اپنی معزز کتاب میں فرمایا﴿مَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْراً اَن یَّکُونَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ ﴾

ترجمہ:اور دیکھو کسی مومن مرد وعورت کو اللہ اوراس کے رسول کے فیصلہ کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا[الاحزاب:۳٦]

اور جب اللہ اوراس کے رسول فیصلہ سنادیں تو بندہ کو اس میں قطعا کوئی اختیار نہیں رہ جاتا ہے

اوراللہ تعالی نے اپنی کتاب میں فرمایا﴿ لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَیْنَکُمْ کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضاً قَدْ یَعْلَمُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُونَ مِنْکُمْ لِوَاذاً

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُونَ عَنْ اَمْرِهِ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾

ترجمہ: تم اللہ کے نبی کے بلانے کو ایسا بلاوا نہ کرلو جیسا کہ آپس میں ایک دوسرے کو ہوتا ہے تم میں سے اللہ انہیں خوب جانتا ہے جو نظر بچا کر چپکے سے سرک جاتے ہیں سو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہونچے [النور: ٦٣]

اور اللہ تعالی نے فرمایا ﴿اِذَا جَاءَ هُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰى اُوْلِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ﴾

ترجمہ: جہاں انہیں کوئی خبر امن کی یا خوف کی ملی انہوں نے اسے مشہور کرنا شروع کردیا حالانکہ اسے اگر یہ لوگ رسول کے اور اپنے میں سے ایسی باتوں تہ کی پہونچنے والوں کے حوالے کردیتے تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کرلیتے جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں [النساء: ٨٣]

اور اللہ تعالی نے فرمایا ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا

شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجاً مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً ﴾

ترجمہ: سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں پھر جو فیصلے آپ ان میں کردیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کرلیں [النساء :۶۵]

اور ہر ایک کا مفاد یہ ہے کہ انسان کو اختیار نہیں ہے کہ وہ جاہلیت کے امور سے یا ان سے فیصلہ اخذ کرے جن کو عادت وتقالید کا نام دیا جاتا ہے یا ان چیزوں سے فیصلہ لے جن کو سلوم کا نام دیا جاتا ہے اور قبیلوں اور قبیلوں کے مشائخ کی آراء سے فیصلہ لے یہ سبھی منکر کی قبیل سے ہیں اور ہرگز ان سے فیصلہ لینا جائز نہیں ہے بلکہ واجب تو یہ ہے کہ فیصلہ اللہ کی کتاب سے لیا جائے

اور اسی لئے اللہ تعالی نے فرمایا ﴿ حَتّٰی يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجاً مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً ﴾

ترجمہ: یعنی اللہ تعالی کی کتاب اور اس کی سنت میں آئے ہوئے ہر فیصلہ کو اللہ اور

اس کے رسول کے لئے پورے طور پر تسلیم کیا جائے پس ہمارے لئے موزوں ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب سے فیصلہ لیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی خیر خواہی ہوگی اور جب ہمارے لئے یہ بات واضح ہوگئی تو خودساختہ قوانین سے فیصلہ لینا جائز نہیں ہے نہ ہی فرنسی قانون سے اور نہ ہی انگریزی قانون [برطانوی] سے اور نہ ہی کسی اور سے پس یہ تو انسان کے بنائے ہوئے ہیں جن پر ان کی اصلاح کی چیزیں اوجھل رہ جاتی ہیں اللہ کی شریعت کے برخلاف کہ یہ تو باخبر جاننے والے اور رحم کرنے والے کی طرف سے ہے

اور اسی لئے فرمایا﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ آمَنُوْا بِمَااُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ یَّکْفُرُوْابِہٖ وَیُرِیْدُ الشَّیْطَانُ اَنْ یُّضِلَّھُمْ ضَلاَلاً بَعِیْداً ﴾

ترجمہ: کیا آپ نے انہیں دیکھا جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو کچھ آپ پر اور آپ سے پہلے اتارا گیا ہے اس پر ان کا ایمان ہے لیکن وہ اپنے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ شیطان کا انکار کریں شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ انہیں بہکا کر دور ڈال دے [النساء:٦٠]

اور تعجب تو یہ ہے کہ کچھ لوگ اللہ کی کتاب سے اور شرعی کورٹ سے فیصلہ لینے سے انکار کرتے ہیں اور طاغوت اور خود ساختہ قوانین سے فیصلہ لینے کو پسند کرتے ہیں اور اے میرے پیارے بھائی! برطانوی قانون میں جو خرابی ہے ایک مثال کے تحت میں اس کا خلاصہ بیان کرتا ہوں کہ: جب عورت ۱۸ برس کی عمر کو پہونچ جانے کے بعد زنا کرے تو اس کے اوپر قطعا کوئی سزا نہیں اور نہ ہی اس کے ساتھ زنا کرنے والے پر کوئی سزا ہے اور اس لڑکی کا والد اسے منع نہیں کرسکتا اور اس کو یہ کہ کر سرزنش نہیں کرسکتا کہ تم یہ کام کیوں کرتی ہو؟ اور اسے روکنے اسے مار پیٹ نہیں سکتا اور اس معاملہ کے تئیں کچھ بھی کر نہیں سکتا کیوں؟ کیوں کہ قانوں اس کی کلی حمایت کرتا ہے اور اس باپ کے خلاف اس کے پہلو بہ پہلو کھڑا ہوتا ہے اور کتنے ہی ایسے واقعات رونما ہوئے جن میں والد کو دل کے دورے پڑے کیوں کہ اس کی بیٹی وہاں کے مکینوں سے دور رہ کر کوئی اور پختہ علاج اپنانا چاہتی ہے اور اسی طرح اپنے معشوق کے ساتھ فرار ہو کر دین اسلام سے مرتد ہوگئی یا لڑکا اپنی معشوقہ کے ساتھ مرتد ہوگیا اور اس باپ کو روکنے کی کوئی طاقت وقوت نہیں ہم رسوائی اور ان خود ساختہ قوانین سے اللہ تعالی کی پناہ چاہتے ہیں یہ تو ایک بڑا منکر

اور خطرناک برائی ہے اور اسی لئے نبی کریم ﷺ فرماتے کہ: میں ہر اس مسلمان سے بے زار ہوں جو مشرکین کے بیچ رہتا ہے صحابہ نے کہا کہ آخر کیوں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: [سنن ترمذی حدیث:۱۶۰۴(۱۵۵/۴)] پس اگر وہ لوگوں کے بیچ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کے اوپر عمل نہیں کرسکتا تو یہ ایک برائی ہے

اور اسلامی ممالک میں اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت سے فیصلہ اخذ کرنے میں عبرت اگر وہ اس سے فیصلہ لیتے ہیں تو یہی عبرت ہے اور اگر اس کے علاوہ کچھ اور ہے تو اس ملک میں رہنا جائز نہیں ہے بلکہ انسان کے اوپر ہجرت کر جانا واجب ہو جاتا ہے اور ایسی حالت سے نجات پانے کی اطلاع اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں اپنے اس فرمان کے ذریعہ دی ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِيْ أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا﴾

ترجمہ: جولوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں جب فرشتے انکی روح قبض کرلیتے ہیں تو پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم اپنی جگہ کمزور اور مغلوب تھے فرشتے کہتے ہیں کہ کیا اللہ تعالی کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم ہجرت کر جاتے یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ پہونچنے کی بری جگہ ہے مگر جو عورتیں اور بچے بے بس ہیں جنہیں نہ تو کسی چارہ کار کی طاقت اور نہ کسی راستے کا علم ہے بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالی انہیں درگرز کرے اللہ تعالی درگرز کرنے والا اور معاف فرمانے والا ہے [النساء آیات :۹۷اور۹۸] اور یہ کہ انسان ایسے ملک میں رہنے میں سستی برتے اور پیچھے رہ جائے جس میں اللہ کی شریعت پر عمل نہ ہوتا ہو اور نہ ہی اس میں اللہ کی شریعت نافذ کی جاتی ہو اور آنے والی نسلیں اسی پر پروان پاتی ہوں اور سرپرست ان بچوں میں تربیت سے یا ڈانٹ ڈپٹ کر اپنا حکم نہ نافذ کر پاتا ہو یہ ایک بڑا منکر اور خطرہ کی چیز ہے اور ان جیسی جگہوں میں رہنا جائز نہیں ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے

ایسے ہی اللہ کی کتاب کی خیر خواہی ہے اس سے شفا اور اس سے دوا علاج کرانا یعنی: آدمی اللہ کے کلام سے شفا حاصل کرے اور یہ اللہ کی کتاب کی خیر خواہی ہے اور

اسی لئے ہمارے رب نے اپنی معزز کتاب میں فرمایا ﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا هُدًى وَّشِفَاءٌ﴾

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ یہ مومنوں کے لئے ہدایت اور شفا ہے [فصلت:۴۴]

اور اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرآن مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾

ترجمہ: یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لئے تو سراسر شفا اور رحمت ہے [الاسراء:۸۲]

اور صحیح بخاری میں ابوسعید خدریؓ کی حدیث میں وارد ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے کچھ صحابہ کسی سفر میں نکلے یہاں تک کہ وہ کسی عرب خاندان میں جا کر پڑاؤ اختیار کیے تو انہوں نے ان سے مہمان نوازی طلب کی تو ان لوگوں نے ضیافت سے انکار کردیا کہ اس خاندان کے سردار کو ڈس لیا تو انہوں نے ہر چند کوشش کی پر کوشش کارگر نہ ہوئی تو ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ اگر تم ان لوگوں کے پاس جاتے جنہوں نے یہاں پڑاؤ کیا ہے ہوسکتا ہے کہ ان کے پاس کوئی چیز ہو تو وہ ان کے پاس آئے اور عرض پرداز ہوئے کہ اے لوگو! ہمارے

سردار کو ڈس لیا ہے اور ہم نے ہر چند کوشش کی پر ناکام ہیں تو کیا تم میں سے کسی کے پاس کوئی دوا ہے؟ تو ان میں سے کچھ نے کہا کہ ہاں اللہ کی قسم میں رقیہ کرتا ہوں مگر بات ہے کہ اللہ کی قسم ہم نے تم سے ضیافت طلب کی تم نے ہماری ضیافت نہ کی تو میں اس وقت تک رقیہ نہ کروں گا جب تک کہ تم کوئی مزدوری متعین نہ کرو تو انہوں نے بکری کے ایک ٹکڑے پر آپس میں صلح کر لی تو یہ اس کی گرہ کھولنے لگے اور پڑھتے الحمد للہ رب العالمین کہ گویا گرہ سے کھول دیا گیا اور وہ چلنے لگ لگا اور اس کی بیماری ختم ہو چکی تھی راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے پوری مزدوری دی جس پر انہوں نے صلح کی تھی تو ان میں سے کچھ نے کہا کہ اسے تقسیم کرو تو رقیہ کرنے والے نے کہا کہ ایسا نہ کرو یہاں تک کہ ہم نبی ﷺ کے پاس جائیں اور ہم اس واقعہ کو آپ سے ذکر کریں پھر ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ تو وہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے اور آکر یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا تم کو کیسے معلوم تھا کہ یہ رقیہ ہے؟ پھر آپ نے فرمایا تم نے درست کیا اسے تقسیم کرو اور میرے لئے اپنے ساتھ حصہ متعین کرو [صحیح بخاری حدیث:۲۱۵۶ (۷۹۵/۲) اور حدیث ۵۴۱۷ (۲۱۶۹/۵) اور حدیث:۵۴۰۴ (۲۱۶۶/۵)] تو اللہ کے رسول ﷺ مسکرا پڑے اور صحیح

بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ: اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے رمضان کی زکوۃ کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی تو ایک آنے والا میرے پاس آیا اور اناج اپنی ہتھیلیوں میں بھرنے لگ گیا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور میں نے کہا کہ: اللہ کی قسم میں تمہارا معاملہ اللہ کے رسول تک پہونچاؤں گا اس نے کہا کہ میں محتاج ہوں اور میرے بال بچے ہیں اور مجھے سخت ضرورت ہے کہتے ہیں کہ میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا اور میں نے صبح کی تو نبی ﷺ نے پوچھا کہ گزشتہ رات تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! اس نے سخت ضرورت اور بچوں کی دہائی دی تو مجھے ترس آگیا اور میں نے اسے رہا کر دیا آپ نے فرمایا جہاں تک اس کی بات ہے تو اس نے دروغ گوئی کی ہے اور عنقریب وہ آئے گا تو میں نے سمجھ لیا کہ دوبارہ وہ آئے گا کیونکہ آپ نے فرمایا کہ وہ عنقریب ضرور آئے گا تو میں اس کی گھات میں رہا پھر وہ کھانا ہتھیلیوں میں بھرنے لگا تو میں نے اسے پکڑا اور میں نے کہا کہ میں تجھے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس لے کر جاؤں گا اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں تو محتاج ہوں اور میرے بال بچے ہیں میں دوبارہ نہیں آؤں گا مجھے ترس آگیا اور میں نے اسے رہا کر دیا

پھر صبح ہوئی تو مجھ سے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! اس نے سخت ضرورت اور اہل وعیال کی دہائی دی مجھے ترس آ گیا اور میں نے اسے رہا کر دیا آپ نے فرمایا کہ وہ تو جھوٹا ہے اور دوبارہ آئے گا تو میں تیسری مرتبہ اس کی گھات میں رہا یہاں تک کہ وہ آیا اور اناج ہتھیلیوں میں بھرنے لگ گیا تو میں نے اسے پکڑا اور میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں تجھے ضرور اللہ کے رسول کے پاس لے جاؤں گا اور آخری تیسری بار ہے تم سمجھتے ہو کہ دوبارہ نہیں آؤں گا اور پھر آ جاتے ہو اس نے کہا مجھے رہا کر دو میں تمہیں کچھ باتیں سکھا دیتا ہوں اللہ ان کے ذریعہ تمہیں فائدہ پہونچائے گا میں نے کہا کہ وہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو پوری آیت الکرسی پڑھو تو یقیناً اللہ کی طرف سے ایک نگرانی کرنے والا تمہاری نگرانی کرے گا اور صبح ہونے تک شیطان تمہارے قریب نہ آ سکے گا تو میں نے اسے رہا کر دیا اور جب صبح ہوئی تو اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارے قیدی نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! اس کا گمان تھا کہ وہ مجھے کچھ کلمات سکھائے اللہ ان کے ذریعہ مجھے فائدہ پہونچائے تو

میں نے اس کو رہا کردیا آپ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ اس نے مجھ سے کہا کہ جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو پوری آیت الکرسی پڑھ لیا کرو اور اس نے مجھ سے کہا کہ اللہ کی طرف سے ایک حفاظت کرنے والا تمہاری حفاظت کرے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہ آسکے گا (اور صحابہ تو خیر کے بہت ہی زیادہ حریص تھے) تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس نے بات تو سچی کہی مگر وہ جھوٹا ہے تم جانتے ہو کہ تین راتوں سے تم کس سے بات چیت کررہے تھے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں آپ نے فرمایا وہ شیطان تھا[صحیح بخاری حدیث:۲۱۸۷(۸۱۲/۲)]

میرے معزز بھائیو! اللہ اکبر! تو اس قرآن میں شفا ہے اور اس میں رحمت وہدایت اور روشنی ہے اور اسی لئے نبی کریم ﷺ حسن اور حسین کو یہ کہہ کر پناہ دیا کرتے تھے أُعِيذُكُمْ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ [صحیح بخاری حدیث:۳۱۹۱(۱۲۳۳/۳) صحیح ابن حبان حدیث:۱۰۱۲(۲۹۱/۳)] مگر جب معوذتین (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) کا نزول ہوا تو آپ نے ان دونوں کو اپنا لیا اور ان کے علاوہ کو چھوڑ دیا پس قرآن میں شفا ہے اور اس میں ہر حسی اور معنوی امراض سے بچاؤ ہے اور اس میں شیطان کے غلبہ سے حفاظت ہے کیونکہ

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ بے شک شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہے [صحیح مسلم حدیث :۷۸۱(۱/۵۳۹) صحیح ابن حبان ۷۸۳(۳/۶۲)] اور اس میں آخرت میں امان اور شفاء ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: تم قرآن کو پڑھو پس یہ قیامت کے روز اپنے ساتھیوں کی شفاعت کرتا ہوا آئے گا تم زہراوین سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران کو پڑھو پس یہ دونوں سورتیں بروز قیامت ایسے ہی آئیں گی جیسے وہ بادل کے دو ٹکڑے ہوں یا دو کالے سائے ہوں یا صف بستہ پرندوں کے دو جھنڈ ہوں سورہ بقرہ پڑھو پس اس کا اپنانا برکت ہے اور اس کا چھوڑنا حسرت ہے اور جادوگر اسے برداشت کرنے کی تاب نہیں رکھتے [صحیح مسلم حدیث :۸۰۴(۱/۵۵۳) صحیح ابن حبان حدیث :۱۱۶(۱/۳۲۲)] معاویہ کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ بطلہ جادوگروں کو کہا جاتا ہے پس ہمارے لئے موزوں ہے کہ ہم اپنے رب کی کتاب کی تلاوت غور وفکر کرتے ہوئے کریں اور عمل اور اس سے فیصلہ لینے اور شفا حاصل کرنے کی رغبت پیدا کریں

اور اللہ تعالی کی کتاب کی خیر خواہی اس کی تعظیم کر کے ہوتی ہے کیونکہ یہ اس خالق کا

کلام ہے جس کے سامنے اور اس کے پیچھے یعنی کہیں سے بھی باطل آ نہیں سکتا ہے اور ایسے ہی ہم اس کو سمجھنے پر توجہ دیں تا کہ اللہ کے لئے اس چیز کا قیام ہو سکے جس کا اس نے حکم دیا ہے جیسا ہمارا رب چاہتا ہے اور جس سے خوش ہوتا ہے اور اللہ تعالی کی کتاب کی خیر خواہی اس خیر کو اپنے بندوں کے سامنے پھیلا کر ہوتی ہے جسے تم نے سیکھا اور جسے تم نے سمجھا جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم مجھ سے سنی ہوئی بات کو پہونچاؤ خواہ وہ ایک آیت ہی ہو [صحیح بخاری: حدیث: ۳۲۷۴ (۱۲۷۵/۳)] پس اس کی تلاوت کرتے ہوئے اور اس سے نصیحت پکڑتے ہوئے اپنے رب کے کلام کے جن احکام کو تم نے سیکھا ہے اور جن کو تم نے سمجھا ہے پس اللہ تعالی تم کو اس کے اوپر اجر دے گا اور ہر حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں ہیں جیسا کہ اس کی خبر نبی کریم ﷺ نے دی ہے بایں طور کہ آپ نے فرمایا: میں نہیں کہتا کہ الم حرف ہے مگر الف حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے [سنن ترمذی حدیث: ۲۹۱۱ (۱۷۵/۵) الطبرانی الکبیر ' مصنف عبد الرزاق] پس انسان لوگوں کو اللہ کے کلام سے سمجھے ہوئے احکام کو سکھانے کی خواہش پیدا کرے اور اسی طرح اس کا ہمیشہ دراسہ کرے اور اس سے محبت کرے اور اس کے

اخلاق سے مزین ہو اور اس کے آداب سے مزین کرے اور اللہ تعالی کی کتاب کی خیرخواہی یہ ہے کہ انسان دوران بات چیت اس سے استدلال کرے یا جب کوئی حکم بتلائے تو اس سے دلیل پکڑے پس بدعتیوں اور خواہش پرستوں کی تردید کرنے میں اللہ کی کتاب سے استدلال کرے اور گمرہوں اور بھٹکے ہوؤں پر ان سے بحث کرنے میں اور ان کی تردید کرنے میں استدلال کرے اور یہ اللہ کی کتاب کے متعلق خیرخواہی ہوگی کہ اللہ تعالی کی ان آیات سے استدلال کرے جو آیتیں خواہش پرستوں اور گمرہوں کی تردید میں اس کی کتاب میں ہیں اور کمزور اقوال کے بیان کرتے وقت ان کی لغزشوں پر استدلال کرے جس نے دینی امور میں کسی چیز میں لغزش کھائی ہے پس انسان خواہش پیدا کرے کہ وہ اللہ کی کتاب میں مسلسل غور کرتا رہے اور مجمل ومفصل طور پر اقتضائے حال کے اعتبار سے ان کو بطور شاہد پیش کرے اور اس بارے میں نبی ﷺ کی فرمائی ہوئی یہ بات کافی ہے کہ: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن کو سیکھے اور اس کو سکھائے [صحیح بخاری حدیث: ۴۷۳۹ (۱۹۱۹/۴) صحیح ابن حبان حدیث: ۱۱۸ (۳۲۴/۱) وغیرہ]

اور اللہ کی کتاب کی خیرخواہی یہ ہے کہ: انسان اللہ کی کتاب پر ہمیشگی برتے پس

اسے ترک نہ کر دے کہ اس سے اعراض کرے جیسا کہ اکثر لوگوں کا حال ہے اسی لئے نبی ﷺ نے فرمایا جیسا کہ صحیح مسلم میں ابو موسی کی حدیث میں ہے: اس قرآن پر ہمیشگی برتو اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے پس یقیناً یہ تو اس سے کہیں جلدی کھسک جانے والا ہے کہ جس طرح اونٹ اپنی بندھی ہوئی رسی سے چھوٹ جاتا ہے [صحیح مسلم حدیث: ۷۹۱ (۱/۵۴۵) سنن نسائی اور مسند احمد بن حنبل]

پس انسان کی ذمہ داری ہے کہ اپنے رب کی کتاب کو ہمیشہ پڑھے اس کی تلاوت کرے اور اس کی آیتوں کا مراجعہ کرے اور اللہ تعالی کی کتاب کی خیر خواہی کے بارے میں منجملہ باتوں میں سے یہ چند باتیں ہیں.

تیسری تنبیہ: جو رسول اللہ ﷺ کی نصیحت کے بیان میں ہے

اور یہ نصیحت و خیر خواہی دو طرح سے ہوتی ہے

ایک تو جس کا تعلق آپ ﷺ کی زندگی سے ہے اور یہ چیز تو آپ ﷺ کی وفات کے وقت ختم ہو چکی ہے آپ کے اوپر میرے رب کا درود و سلام ہو اور یہ آپ کی زندگی میں آپ کی مدد و تائید کرنا ہر اس شخص کے لئے ضروری تھا جس نے آپ کو اپنی زندگی میں پایا اللہ تعالی نے فرمایا

﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِیْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْباً عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيْلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ آمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوْا النُّوْرَ الَّذِیْ أُنْزِلَ مَعَهٗ أُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾

ترجمہ: جو لوگ ایسے نبی امی کی اتباع کرتے ہیں جن کو وہ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام

فرماتے ہیں اوران لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اوران کی حمایت کرتے ہیں اوران کی مدد کرتے ہیں اوراس نور کا اتباع کرتے ہیں جو انکے ساتھ بھیجا گیا ہے ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں [الاعراف : ۱۵۷]

اوردوسرے یہ خیرخواہی آپ کی وفات کے بعد ہوسکتی ہے جب کہ یہ اس شخص کے لئے بھی لازمی تھا جس نے آپ کو آپ کی زندگی میں پایا اور یہ آپ کی اتباع اور آپ کی اطاعت اور آپ کے مدد کرکے اور آپ کی سنت کی اتباع کرکے ہوسکتی ہے اور یہ کہ مومن آپ کے اخلاق کو اپنائے اور آپ کے آداب کو اختیار کرے اور آپ کے اوامر کی تعظیم کرے اور آپ ﷺ کی اطاعت کو لازم پکڑے اور جب آپ کی سنت سے اعراض کرتا ہوا دیکھے تو غصہ کا اظہار کرے اوراس سے اعراض کرے جو آپ کی سنت کے برخلاف کوئی اور طریقہ اختیار کرے اوراس سے غضب ظاہر کرے جو اپنی دنیا کو ترجیح دیتے ہوئے اسے ضائع کرے یہ ساری چیزیں آپ ﷺ کی خیرخواہی سے متعلق ہیں

اور آپ ﷺ کی خیرخواہی (درود وسلام میرے رب کا آپ کے اوپر ہو) آپ

ﷺ کے لباس و پوشاک کو اختیار کر کے ہوسکتی ہے اور انسان ان چیزوں کو اپنانے سے بچے جن سے نبی ﷺ نے خبردار کیا ہے جیسے ٹخنوں سے نیچے پاجامہ وغیرہ لٹکانا جو کہ تکبر کا سبب ہے یا اس کے علاوہ لباس میں اسراف کرنا یا ریشم یا ایسے لباس پہننا جن کے پہننے سے رسول اللہ ﷺ نے منع کیا ہے اور ان سے آگاہ کیا ہے پس نبی ﷺ کی تصدیق کرتے ہوئے ان چیزوں کو اختیار کرنے سے آپ کی خیر خواہی ہوتی ہے اور انھیں میں سے ہے کہ آپ کی فرمائی ہوئی چیز میں آپ کی اطاعت کرنا اور آپ کی بتالائی ہوئی باتوں میں آپ کی تصدیق کرنا اور آپ کی روکی اور منع کی ہوئی چیزوں میں رک جانا اور ہمارے رب کی اطاعت اسی طرح سے کرنا جن کو ہمارے نبی ﷺ نے مشروع کیا ہے اور اسی لئے صحیح حدیث میں آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے طریقہ پر نہیں ہے تو وہ مردود ہے [بخاری و مسلم از عائشہؓ بخاری (۷۵۳/۲) مسلم (۱۳۴۳/۳)]

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ: جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے [بخاری و مسلم) بخاری: (۹۵۹/۲) مسلم (۴۳/۳)]

پس بندہ کے اوپر واجب ہے کہ وہ اپنے رب کی عبادت ان چیزوں میں کرے جن کو اس کے نبی نے ہمارے لئے شریعت قرار دیا ہے اور زیادتی کرنے سے اجتناب کرے کیونکہ اس کا تعلق بدعتوں اور تشدد سے ہے

وخیر امور الدین ما کا ن سنۃ وشر الامور المحدثات البدائع

اور دین کے اندر بہترین امور سنت کے امور ہیں اور بدتر امور نئی ایجاد کردہ بدعتیں ہیں

اور ایک دوسرے شاعر نے کہا؛

و کل خیر فی اتباع من سلف و کل شر فی ابتداع من خلف

اور ہر بھلائی سلف کی اتباع میں ہے اور ہر برائی بعد میں آنے والوں کی گھڑی ہوئی بدعتوں میں ہے

اور نبی ﷺ نے فرمایا میں نے تم کو سفید شاہراہ پر چھوڑا ہے جس کی راتیں اس کے دن کی مانند ہیں اس سے ہلاک ہونے والا ہی بھٹک سکتا ہے اور کیونکہ یہ دین میں کمی کرنے کا آپ کے اوپر الزام تراشی ہے جب کہ اللہ تعالی تو فرماتا ہے

﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمْ

اَلْاِسْلَامَ دِيْناً ﴾

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا [المائدۃ:۳] اور نبی ﷺ صحیح حدیث میں فرماتے ہیں کہ: میری امت کا ہر فرد داخل جنت ہوگا سوائے اس کے جس نے میرا انکار کیا تو صحابہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کون آپ کا انکار کرتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا [بخاری: حدیث :۶۸۵۱ (۲۶۵۵/۶) مستدرک حاکم وغیرہ]

اور امام حاکم نے اپنی مستدرک میں اور امام مالک نے اپنی مؤطا میں یہ روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں جن کے بعد تم گمراہ نہیں ہو سکتے ہو اللہ کی کتاب اور میری سنت اور یہ دونوں جدا نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ تم حوض کوثر پر آ کر مجھ سے ملاقات کرو [مستدرک حاکم حدیث: ۳۱۹ (۱۷۲/۱) از ابو ہریرۃؓ مؤطا مالک حدیث: ۱۵۹۴ (۸۹۹/۲)]

پس عقلمند کے اوپر واجب ہے کہ وہ اپنے نبی کی سنت کو مضبوطی سے پکڑے اور آپ کے قول اور آپ کے فعل اور آپ کے اعتقاد میں آپ کی حفاظت کرنے والا ہو

اور رسول اللہ ﷺ کی نصیحت سے متعلق ہے کہ: آپ ﷺ کی سنت سے گمراہ خواہشات کو لوٹا دینا اور یہ کہ بندہ ہر اس چیز کو بیان کرے جو آپ ﷺ کی سنت کے خلاف ہو یا آپ ﷺ کی جانب جو کھوٹی چیز منسوب کی جائے اسے بیان کرے جیسا کہ آج بہت سارے مسلمانوں کا حال ہے جو آپ ﷺ کی احادیث سے استدلال کرتے ہیں اور اسے نبی ﷺ کی جانب منسوب کرتے ہیں جب کہ یہ آپ کی سنت ذرا سی نہیں ہے جیسے یہ حدیث: بہتر نام وہ ہیں جن سے اللہ کی تحمید ہوتی ہو یا جن سے عبادت ادا کی جاتی ہو جب کہ یہ حدیث موضوع ہے کاش یہ لوگ جان پاتے اور کچھ لوگ اس سلسلے کی بہت ساری احادیث سے استدلال کرتے ہیں

اور رسول اللہ ﷺ کی خیر خواہی یہ ہے کہ: آپ کی سنت سے دفاع کیا جائے اور صحیح حدیث کو بیان کیا جائے نہ کہ ضعیف حدیث کو بایں طور کہ کہا جائے یہ حدیث صحیح ہے اور یہ حدیث ضعیف یا موضوع ہے

اور رسول اللہ ﷺ کی خیر خواہی ہے کہ: انسان صرف احادیث صحیحہ سے استدلال کرے اور ان راویوں کو بیان کرے جن کی روایتیں قبول کی جاتی ہیں اور جن کی

قبول نہیں کی جاتی ہیں پس یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی خیر خواہی ہوگی
اور ایسے ہی رسول اللہ ﷺ کی خیر خواہی ہے کہ: انسان ہر اس چیز کو پہونچائے جو کچھ اس نے آپ ﷺ کی سنت سے سیکھا ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم مجھ سے لے کر پہونچاؤ خواہ وہ ایک آیت ہی سہی اور بنی اسرائیل سے روایت کرو اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے

پس نسان کی ذمہ داری ہے کہ وہ تبلیغ کرے اور آپ ﷺ نے حجۃ الوداع میں فرمایا چاہئے کہ تم میں کا موجود شخص غیر موجود تک پہونچائے [صحیح بخاری حدیث :۱۰۵ (۵۲/۱) صحیح ابن حبان سنن نسائی مسند احمد وغیرہ] پ

س ان تمام کا تعلق آپ ﷺ کی خیر خواہی سے ہے اور یہ منجملہ ان باتوں کے ہے جو آپ کی خیر خواہی کے متعلق کہی جاتی ہیں

چوتھی تنبیہ: جو کہ مسلم ائمہ یعنی ذمہ داران علماء اور ذمہ داران حکمرانوں اور بادشاہوں سے متعلق ہے

اور یہ ایک شرعی امر ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالی کی عبادت کی جاتی ہے ہمارے رب نے اپنی پاکیزہ کتاب میں فرمایا ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالی کی اور فرمانبرداری کرو رسول [ﷺ] کی اور تم میں سے اختیار والوں کی [النساء:۵۹]

مگر جب تنازعہ ہو جائے تو کہاں رجوع کیا جائے؟ اس نے آیت کے اختتام پر فرمایا ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَإِلَى الرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْأٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّأَحْسَنُ تَأْوِيْلًا﴾

ترجمہ: پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالی کی طرف اور رسول کی طرف اگر تمہیں اللہ تعالی پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے [النساء:۵۹]

پس تنازعہ کے وقت معاملہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کی طرف لوٹایا جائے مگر اس کی اطاعت واجب ہے اللہ تعالی نے جس کو مسلمانوں کے

امور کا ذمہ دار بنایا ہے اور کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اطاعت سے کنارہ کشی اختیار کرے ابن رجبؒ نے فرمایا: حکمرانوں کی درستگی کو چاہنا اور ان کی بھلائی اور ان کے عدل کو چاہنا اور ان کے متعلق امت کے جمع ہونے کو چاہنا اور ان کے خلاف اختلاف کو ناپسند کرنا اور اللہ کی اطاعت میں ان کی اطاعت کر کے اللہ کے دین کو اختیار کرنا اور ان کے خلاف بغاوت کرنے والوں سے کراہت محسوس کرنا اور اللہ کی اطاعت میں ان کے غلبہ کو چاہنا اور اسی طرح یہ کہ وہ حق کے امور میں تعاون دیں اور اس میں ان کی اطاعت کریں اور انہیں اس کی یاددہانی کرانا اور نرمی اور محبت کے ساتھ ان کو آگاہ کرنا اور ان پر چھلانگ لگانے سے اجتناب کرنا اور ان کے حق میں توفیق کی دعا کرنا اور غیروں کو اس کے اوپر آمادہ کرنا [جامع العلوم والحکم ص۱۴۳ اور ۱۴۴ تالیف کردہ: ایمن دمشقی اور صبحی رمضان] ان سب کچھ کا تعلق اللہ سبحانہ وتعالی کے دین سے ہے

اور جاننا چاہیئے کہ علماء اور حکمران ذمہ داران کی اطاعت صرف اللہ کی اطاعت میں ہوتی ہے پس انسان کسی معصیت کے کرنے کا حکم دے تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس مخلوق کی اطاعت کرے خواہ وہ کوئی بھی ہو اور اسی لئے آپ

ﷺ نے فرمایا اطاعت تو صرف بھلائی میں ہے [بخاری ومسلم بخاری: حدیث :۶۷۲۶(۲۶۱۲/۶)مسلم حدیث:۱۸۴۲(۲۶۹/۳)]

پس جب کسی چیز کا حکم دیا جائے تو ذمہ داری ہے کہ اسے نافذ کرو اور اس بارے میں خلجان میں مت پڑو اور ایسے امور جن کو ذمہ دار لوگوں کے امور کو منظّم کرنے کے لئے دے تو اس میں اس کے موقف کی پیروی واجب ہے اور تمہارے لئے اس سے آگے بڑھنا جائز نہیں ہے جیسے سڑکوں پر بنے ہوئے سگنل؛ کیونکہ اس کے اندر اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اطاعت ہے اور جب تم نے ان کی اطاعت ایسے امور میں کی جن میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے تو اس پر تم کو اجر وثواب سے نوازا جائے گا اور یہ تمہارے اوپر واجب وضروری ہے؛ کیونکہ اس میں دین و دنیا کے امور کی درستگی ہے اور اسی لئے صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے جن چیزو ں کے اوپر بیعت کی ان میں سے سمع وطاعت اور یہ چیز بھی تھی کہ ذمہ دار سے اس کی ذمہ داری کے متعلق اختلاف نہ کریں پس حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے تنگی وخوشحالی اور مجبوری اور عدم مجبوری میں اور اپنے اوپر ترجیح دئے جانے میں سمع وطاعت کے اوپر بیعت کی اور یہ کہ ہم صاحب معاملہ سے اس کے معاملہ میں اختلاف نہ کریں اور یہ کہ ہم

جہاں کہیں ہوں حق ہی کہیں ہم کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے اللہ کے بارے میں نہ ڈریں [بخاری ومسلم اور الفاظ مسلم کے ہیں حدیث:۱۷۰۹ (۳/۱۴۷۰)] اور اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا جیسا کہ عرباض بن ساریہؓ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ بے شک تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ بہت سارے اختلافات دیکھے گا پس تمہارے اوپر میری سنت کا لازم پکڑے رہنا ضروری ہے [مستدرک حاکم حدیث:۸۵۴۳ (۴/۵۵۱) سنن ابوداؤد سنن نسائی سنن ترمذی سنن ابن ماجہ مسند احمد بن حنبل اور طبرانی کی المعجم الکبیر] تو اختلاف کے وقت کیا کیا جائے؟ آپ ﷺ نے گزشتہ حدیث میں فرمایا کہ: میرے بعد تمہارے اوپر میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کی اطاعت ضروری ہے اس کو پکڑ لو اور اس کو دانتوں سے مضبوطی سے تھام لو اور دین میں نئی ایجاد کردہ چیزوں سے تم بچو پس ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے اور اس کے پہلے آپ ﷺ نے فرمایا: میں تم کو اللہ کا تقوی اختیار کرنے اور سننے اور اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگر چہ تمہارے اوپر کوئی ایسا حبشی غلام حاکم بنا دیا جائے گویا کہ اس کے سر پر سانپ کی آنکھ کے مانند دو سیاہ نقطے ہوں [مراد یہ ہے کہ وہ بدشکل ہی کیوں نہ ہو]

پس انسان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے اور اس کے امور کا اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو حاکم بنایا ہے بغیر خوشامد و چاپلوسی کے اس کا کہا سنا مانے پس یہ دین ہے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے دین کے اوپر عمل کیا جاتا ہے اور ذمہ داران کی خیر خواہی کے متعلق ہے کہ: راز داری سے ان کو نصیحت کی جائے جیسا کہ علامہ امت اور قرآن کے ترجمان عبداللہ بن عباسؓ نے یہ کہا جب ان کے پاس جبریل آئے اور ان سے کہا کہ میں سلطان کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں کیسے؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ: اگر تم درحقیقت ایسا کرنا چاہتے ہوئے تو یہ تمہارے اور اس کے بیچ ہونا چاہئے یعنی یہ چیز کھلے طور پر نہیں ہونی چاہئے اور خیر سے خوش ہو جاؤ اور اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ: بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے پاس سچ بات کہنا ہے [صحیح ابن حبان حدیث ۵ (۱۷۸/۱) مستدرک حاکم سنن ابوداؤد سنن ترمذی سنن ابن ماجہ وغیرہ] اور یہ سب سے بہتر عمل ہو سکتا ہے اور اسی طرح نبی ﷺ سے عیاض بن غنم کی حدیث میں ثابت ہے کہ: جس نے اپنے بادشاہ کے پاس سے کوئی چیز دیکھی تو اسے اپنے ہاتھ سے لے اور اسے کھلے طور پر ظاہر نہ کرے [مسند احمد (۴۰۳/۳) ابن ابو عاصم فی السنۃ (۵۲۱/۲) اور اس کی سند صحیح ہے البانی نے اور شیخ ابن بازؒ نے اسے صحیح کہا ہے]

مطلب یہ ہوا کہ نصیحت کھلے طور پر اور برسر جماعت نہیں ہونی چاہئے بلکہ پوشیدہ طور پر ہونی چاہئے اور اس کی تفصیل آئے گی ان شاء اللہ

اور صحیح مسلم کی حدیث میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری تین چیزوں سے خوش ہوتا ہے تم سے خوش ہوتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور یہ کہ تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں اختلاف پیدا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے امور کا جس شخص کو ذمہ دار بنایا ہے اس کی خیر خواہی کرو پس بادشاہ کا وجود ضروری ہے لوگوں کے کسی ایسے سردار کا ہونا ضروری ہے جو ان کی رہنمائی اور قیادت کر سکے اور جیسا کہ کعب احبارؒ نے کہا اور سلف سے اس بارے میں سب سے بہتر بات یہی بات کہی ہے وہ کہتے ہیں کہ: بادشاہ اللہ تعالیٰ کا اس کی سرزمین میں سایہ ہے پس اگر وہ اللہ کی اطاعت کے کام کرتا ہے تو اس کے لئے اجر ہے اور تمہارے اوپر شکریہ ادا کرنا ہے اور اگر وہ معصیت کے کام کرتا ہے تو اس کے اوپر گناہ ہے اور تمہارے اوپر صبر ہے وزن سے بھرپور کلام ہے پھر فرمایا: پس اس کی طاعت یا اس کی محبت تم کو اس کی معصیت پر نہ ابھارے اور اس سے نفرت تم کو اس کے

روبروتلوارسونتنے پرنہ ابھارے

اورامام احمد نے جبیر بن مطعم سے قوی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اورابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے منی میں مسجد خیف کے اپنے خطبہ میں فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں جن پر مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا اللہ تعالی کے لئے خالص عمل کرنا اور ذمہ داران کی خیر خواہی کرنا اور مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑنا پس کی دعا ان کے پیچھے سے گھیر لیتی ہے [صحیح ابن حبان حدیث:٦٧ (١/٢٧٠) اور حدیث:!٦٨ (٢/٤٥٤) مستدرک حاکم سنن ترمذی وغیرہ]

اورایسے ہی ذمہ داروں کے اوپر اپنے رعایا کی خیر خواہی واجب ہے اورکوئی گمان کرنے والا گمان نہ کرنے لگ جائے کہ ولایت کا تعلق صرف حاکم اعلی سے ہے بلکہ یہ ولایت ولایت صغری اور ولایت کبری دونوں کوشامل ہے تم میں کا ہر شخص نگران ہے اورتم میں سے ہر شخص سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا

پس اے اللہ کے بندے! تم اپنے گھر میں ذمہ دار ہواوراپنے گھر میں نگران ہواور عورت اپنے گھر کی ذمہ دار اورنگہبان ہے اورایسے ہے فلاں شعبہ کا امیر اور فلاں وزیر اورامیر اور محافظہ کا امیر اور علاقہ کا امیر اور ولی ہر کوئی ذمہ دار ہے ان سب

سے کل اللہ کے سامنے سوال کیا جائے گا پس ولایت صرف بادشاہ کی حد تک نہیں

ہے

پس تم اپنی بادشاہت اور اپنے گھر میں ذمہ دار ہو پس تمہاری ذمہ داری ہے کہ تم اس شخص سے اس کے امور میں اللہ تعالی کا تقوی اختیار کرو اللہ تعالی نے جس کو تمہارا ذمہ دار بنایا ہے اور اسی لئے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں معقل بن یسار کی حدیث میں ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

اے میرے بھائیو! میں نے ایک ملک کی زیارت کی جس کا بادشاہ ایک ظالم وسفاک تھا اس ظالم بادشاہ نے کچھ علماء کو جلا دیا میں نے اس ملکی کی زیارت اس وقت کی جب اس کو بھگا دیا گیا ور تخت سے دست بردار کر دیا گیا اور میرے بھائیو! یقیناً میں نے جس اختلاف و ناچاقی اور قتل ولوت مار اور بدامنی اور حرمتوں کی پامالی دیکھی اسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے یہاں کہ لوگ جنگلی زندگی جیسی زندگی گزارنے لگے طاقت ور جس میں کمزور کو کھاتا ہے اور اللہ کی قسم! میں نے کچھ لوگوں کو یہ تمنا کرتے ہوئے دیکھا جو کہتے تھے کہ اے کاش فلاں ظالم دھوکہ باز حاکم موجود ہوتا جس نے اپنے ملک کی دارالسلطنت کے ایک بڑے میدان میں

سولہ بڑے علماء کو جلا ڈالا پس اے میرے بھائیو! ائمہ کے ذریعہ راستے مامون ہوتے ہیں

لا يصلح الناس فوضى لا سراة لهم

ولا صلاح اذا جهالهم سادوا

لوگوں کے انتشار کی اصلاح نہیں ہوسکتی جن کا کوئی سردار نہ ہواوران کی اصلاح نہیں ہوسکتی جب ان کی قیادت کرنیوالے جاہل ہوں

اورامام علی کا ایک بہترین قول ہے کہ: لوگوں کی اصلاح یقیناً نیک امام یا فاجرامام ہی کرسکتا ہے خواہ وہ نیک ہو یا برا ہو لوگوں کی اصلاح اوران کی درستگی توامام کے ذریعہ ہی ہوسکتی ہے کہتے ہیں کہ لوگوں کی اصلاح نیک یا فاجرامام ہی کرسکتا ہے۔ پس اگر وہ نیک ہے تو راعی اور رعایا کے لئے ہے اوراگر وہ فاجر ہے تو اس میں بندہ اپنے رب کی عبادت کرتا ہے اور فاجر اس میں اپنے وقت کو جا پہونچتا ہے

[مصنف ابن ابی شیبۃ حدیث: ۳۲۷۵۴ (۴۶۳/۷) السنن الکبری للبیہقی حدیث: ۱۶۵۴۱ (۱۸۴/۸)]

اورحسن نے امیروں کے بارے میں فرمایا کہ یہ ہمارے پانچ امور میں ذمہ داریاں نبھاتے ہیں جمعہ اور جماعت اور عید اور سرحدیں حدوداللہ کی قسم! ان سے

ہی دین برقرار رہ سکتا ہے اگر چہ یہ لوگ ظلم وتعدی کریں اللہ کی قسم ! اللہ اس سے
کہیں زیادہ ان کے ذریعہ اصلاح کرتا ہے جتنا کہ وہ فساد کرتے ہیں

اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اے میرے بھائیو! بخاری ومسلم میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی تو اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی تو اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی تو اس نے میری نافرمانی کی [بخاری ومسلم بخاری حدیث: ۶۷۱۸ (۲۶۱۱/۶) مسلم حدیث: ۱۸۳۵ (۱۴۶۶/۳)] اور صحیح مسلم میں ابو ذرؓ کی سند سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: میرے خلیل نے مجھے وصیت کی کہ میں کہا سنا مانوں اگر چہ وہ ایسا غلام ہی ہو جس کے کنارے کٹے ہوئے ہوں [مسلم حدیث: ۶۴۸ (۴۴۸/۱)]

معزز بھائیو! انسان کے اوپر واجب ہے کہ وہ اللہ کی نافرمانی کے علاوہ امور میں اطاعت وپیروی کرے

اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں کے دین اور ان کا دنیاوی معاملے والیوں کی اطاعت اور اللہ کی اطاعت اور اس کی رضا کو چاہتے ہوئے ان کی تابعداری کے

بغیر درست نہیں رہ سکتے ہاں مگر شرط ہے کہ یہ اللہ کی نافرمانی کا حکم نہ دیتے ہوں پس اگر یہ معصیت (الہی) کا حکم دیتے ہوں تو پھر خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے

اور اطاعت وپیروی بسا اوقات ان چیزوں میں ہوتی ہے جن کو انسان ناپسند کررہا ہوتا ہے اور اس تعلق سے بہت سارے نصوص وارد ہیں پس جس بھی چیز کا حکم دیا جائے جس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو اگرچہ تم اسے ناپسند کرو تو تمہارے اوپر اس کی اطاعت وپیروی واجب ہے پس اس تعلق سے بخاری ومسلم میں عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعا روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مسلمان آدمی کا ان چیزوں میں اطاعت کرنی واجب ہے جن کو وہ پسند کرتا ہے اور جن کو پسند نہیں کرتا ہے ہاں مگر یہ کہ اسے کسی معصیت کا حکم دیا جارہا ہو پس اگر معصیت کا حکم دیا گیا تو اس میں اطاعت وپیروی نہیں ہے [بخاری ومسلم بخاری حدیث :۶۷۲۵(۲۶۱۲/۶ مسلم حدیث :۱۸۳۹(۱۴۶۹/۳] پس اس کے بعد کہا کہ: ہاں اگر معصیت کا حکم دیا جارہا ہو تو اس معصیت میں اس کی اطاعت وپیروی نہیں ہے کیونکہ اب تک تو نے اس امیر یا عالم کی اطاعت اللہ کی اطاعت مان کر کے کی ہے لیکن جب وہ تم کو اللہ کے امر

ونہی کی مخالفت کا حکم دے تو جیسا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا اس میں اطاعت وپیروی نہیں ہے

اور صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری تنگی وتمہاری خوشحالی اور تمہاری چاہت اور تمہاری مجبوری میں اطاعت وپیروی واجب ہے اور واجب ہے جب تمارے اوپر اس کو ترجیح دیا جائے [مسلم حدیث :۱۸۳۶ (۳/۱۴۶۷ صحیح ابن حبان حدیث :۴۵۶۲ (۱/۴۲۵] یہاں تک کہ اگر حکمران کچھ دنیاوی امور کو ترجیح دے رہے ہوں اور صحیح بخاری ومسلم میں انسؓ کی حدیث ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اطاعت وپیروی کرو اگر چہ تمہارے اوپر کوئی بد صورت حبشی غلام حکمران مسلط کر دیا جائے [صحیح بخاری حدیث :۶۷۲۳ (۶/۲۶۱۲] اور ابن عباسؓ کی حدیث میں مرفوعا یہ بات آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: جو اپنے امیر سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے وہ صبر کرے کیونکہ جس نے سلطان سے بغاوت کر کے ایک بالشت بھی نکل گیا وہ جاہلیت کی موت مرا [بخاری حدیث: ۶۶۴۵ (۶/۲۵۸۸) مسلم حدیث :۱۸۴۹ (۳/۱۴۷۸] اس حدیث کی روایت بخاری ومسلم نے اپنی صحیحین میں کی ہے اور انہی کی ایک روایت میں ہے کہ: جس نے اپنے

امیر سے کوئی ایسی چیز دیکھی جس کو وہ ناپسند کرتا ہے تو وہ اس پر صبر سے کام لے پس جس نے اپنے امیر سے بغاوت کر کے جدا ہوا وہ تو جاہلیت کی موت مرا پس ان سارے امور میں چاپلوسی وخوشامد کا دخل نہیں ہے پس اے میرے بھائیو! یہ دین ہے اسے محض اللہ کے لئے مان کر کیا جاتا ہے اور اسی لئے ابن تیمیہؒ نے (السیاسۃ الشرعیۃ) میں فرمایا کہ: اس چیز کا جاننا واجب ہے کہ لوگوں کے امور کی ذمہ داری دین کے اہم واجبات میں سے ہے بلکہ اس کے بغیر تو دین کا قیام ہی نہیں رہ جاتا ہے پس بنو آدم کی بھلائیاں اجتماع کے بغیر مکمل نہیں ہوا کرتیں کیونکہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی ضرورت مند ہیں اور اجتماع کے وقت ان کو ایسے قائد کی ضرورت ہے جو ان کی قیادت ورہنمائی کر سکے [فتاوی شیخ الاسلام (۲۸/۳۹۱)]

اور آپ نے یہ بھی فرمایا: اور اسی لئے مروی ہے کہ سلطان زمین میں اللہ کا سایہ ہے

اور ابن تیمیہؒ سے منقول ہے کہ سلف کہا کرتے تھے کہ: ظالم بادشاہ کا ساٹھ برس بغیر بادشاہ کی ایک رات سے بہتر ہے اور تجربہ اس کو واضح کرتا ہے اور اسی لئے سلف جیسے فضیل بن عیاض اور امام احمد وغیرہ کہا کرتے تھے کہ: اگر ہمارے پاس

کوئی قبول کی جانے والی دعا ہوتی تو ہم اسے بادشاہ کے لئے کرڈالتے پس اللہ تعالی سے بادشاہ کے حق میں ہدایت وتوفیق کی دعا کرنی واجب ہے اور یہ کہ اللہ تعالی اسے بہتر توفیق دے اور اللہ تعالی اسے نیک امور کے انجام دہی کی توفیق دے اور اسے برے امور کے ارتکاب سے بچالے پس اس میں امت کے لئے خیرعظیم ہے پس اس کے ذریعہ تم امت کے حق میں دعا کررہے ہو نہ کہ کسی فرد کے حق میں پس عقل مند شخص ذکر کردہ باتوں کے اوپر غور وفکر کرتا ہے

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ: مسلمان کے اوپر واجب ہے کہ وہ امارت کو طاعت سمجھے قبول کرے اور دین اور قربت الی اللہ کا ذریعہ جانے پس اس کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہوئے اس کا تقرب چاہنا سب سے بہتر تقرب ہے شیخ کی بات ختم ہوئی [فتاوی شیخ الاسلام (۲۸/۳۹۰)]

اور علامہ ابن القیمؒ نے مفتاح دار السعادۃ میں فرمایا: اوران کا جماعت سے لگے رہنا ایسے امور میں سے ہے جس سے دل کینہ وکپٹ سے پاک ہوجاتا ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے ذکر کیا پس مومن مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑے ان کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور ان کے لئے وہی ناپسند کرے

جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے اور اس کو وہ چیز بری لگے جو ان کو بری لگتی ہیں اور اس کو وہ چیز بھلی لگے جو ان کو بھلی لگتی ہیں اور ایسا رویہ اس کا نہیں ہوسکتا جو ان سے الگ تھلگ ہو جائے اور ان پر طعن کسنے لگے اور ان کے عیب جوئی اور مذمت کرنے لگے [مفتاح دار السعادۃ ج (۱/۲۷۷ تا ۲۷۸]

اور امام طحاویؒ نے فرمایا کہ: ہم اپنے ائمہ اور اپنے حکام کے خلاف خروج کو ناپسند کرتے ہیں اگر چہ وہ ہمارے اوپر ظلم کریں اور ان کے خلاف ہم دعا نہیں کرتے ہیں اور ان کی اطاعت سے ہم ہاتھ نہیں کھینچتے ہیں اور ان کی اطاعت کو ہم اللہ کی اطاعت سمجھتے ہیں جب تک کہ وہ نافرمانی کا حکم نہ دیں اور ان کے حق میں ہم درستگی اور عافیت کی دعا مانگتے ہیں شیخ کی بات ختم ہوئی [شرح الطحاوی للالبانی ص ۵۷۷]

اور امام بربہاریؒ نے فرمایا کہ: جان لو! بادشاہ کا ظلم اللہ کے فرائض میں سے کسی فرضہ میں کمی نہیں پیدا کرتا ہے جسے اللہ تعالی نے اپنے رسول کی زبانی فرض کیا ہے اس کا ظلم اس کے اوپر ہے اور تمہاری نیکی اس کے ساتھ مکمل ہوگی ان شاء اللہ یعنی جمعہ و جماعت اور جہاد اور ہر قسم کی اطاعت میں تم ان کے ساتھ شریک رہو اور جب تم کس کو دیکھو کہ وہ بادشاہ کے خلاف بددعا کر رہا ہے تو جان لو کہ وہ خواہش

پرست ہے اور جب کسی کو یہ سنو کہ وہ بادشاہ کے حق میں درستگی کی دعا کر رہا ہے تو جان لو کہ وہ سنت کا پابند ہے ان شاء اللہ پھر فضیل کا مقولہ بیان کیا کہ: اگر میری قبول کی جانے والی کوئی دعا ہوتی تو میں اسے سلطان کے حق میں پھیر دیتا تو ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان کے حق میں اصلاح کی دعا مانگیں اور ہمیں اس بات کا حکم نہیں دیا گیا کہ ہم ان پر بددعا کریں اگر چہ وہ ظلم وتعدی کریں کیونکہ ان کا ظلم وستم ان کے اوپر اور مسلمانوں کے اوپر ہوگا اور ان کی درستگی ان کے لئے اور مسلمانوں کے لئے ہوگی جیسا کہ طبقات الحنابلہ میں اسے ذکر کیا گیا ہے [شرح السنۃ للبربہاری للرداوی ص۱۱۳ تا ۱۱۴]

یہ مسلم ائمہ کی خیر خواہی کے مسئلہ میں چند وقفات ہیں اور شیخ امام محمد بن عبد الوہاب ؒ نے کتاب التوحید میں باب باندھا جس میں اطاعت کے لازم ہونے کو بیان کیا ہے مخالفت سے آگاہ کیا ہے مگر یہ اطاعت تو اللہ کی اطاعت میں ہونی چاہئے آپ ؒ نے فرمایا: اس چیز کا بیان کہ جس نے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دینے یا اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دینے میں علماء اور امراء کی اطاعت کی تو اللہ کو چھوڑ کر اس نے ان کو رب بنالیا اور اللہ تعالی کے قول سے استدلال کیا:

﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ

مَـرْيَـمَ وَمَـا أُمِـرُوْا إِلَّا لِيَـعْبُدُوْا اِلٰهاً وَاحِداً لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾

ترجمہ: ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے درویشوں کو اور عالموں کو رب بنالیا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو حالانکہ انہیں صرف ایک اکیلے اللہ ہی کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ پاک ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے

[التوبۃ:۳۱]

پانچویں اور آخری تنبیہ: جو کہ عام مسلمانوں کی خیر خواہی کے متعلق ہے:

اور یہ خیر خواہی ان کو ان کی بھلائیوں کی جانب رہنمائی کر کے ہو سکتی ہے اور وہ اس طرح کہ ایک مسلمان ان کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور ان کے لئے اس چیز کو ناپسند کرے جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے [بخاری ومسلم بخاری: حدیث: ۱۳(۱۴/۱) مسلم حدیث: ۴۵(۶۷/۱)]

اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی اس طرح ہوتی ہے کہ ان کے اوپر مہربانی کرے اور ان میں چھوٹوں کے اوپر رحم کرے اور ان میں بڑوں کی توقیر کرے اور ان کے رنجیدہ ہونے پر رنجور ہو اور ان کی خوشی ملنے پر خوش ہو اگر چہ یہ چیز اس کے دنیاوی امور میں باعث ضرر ہو پس اگر وہ تاجر ہے سامان کی خرید وفروخت کرتا ہے اور سامان ارزاں ہو گئے تو وہ مسلمانوں کی خاطر خوش ہو اگر چہ اس میں اس کے اوپر ضرر ہی ہو؛ کیونکہ اس میں مصلحت اور مسلمانوں کے حق میں خیر خواہی ہے پس وہ

اس پر خوشی کا ظہار کرے اگر چہ اس میں اس کے ان منافع غائب ہو رہے ہوں جن کو وہ اپنی تجارت میں کر رہا ہے اور ایسے ہی عام مسلمانوں کی خیر خواہی اس طرح ہوتی ہے کہ ان کی درستگی کو چاہے اور ان کی الفت کو چاہے اور اسی طرح ان کے اوپر اللہ کی مسلسل ہو رہی نعمت کو پسند کرے اور یہ کہ وہ آپس میں اپنے دشمنوں کی مدد کرے اور ان کو پہونچنے والی ہر اذیت و ناپسندیدہ چیز کا دفاع کرے اور ان کا وفاع کر کے خوش ہو اور اس سلسلے میں ان کو تعلیم دینا داخل ہے کہ وہ جاہل مسلمانوں کو تعلیم دے پس یہ بھی عام مسلمانوں کی خیر خواہی میں داخل ہے کہ ان کے جاہل کو سکھائے اور اللہ کے دین میں ان کو سمجھدار بنائے اور قول و فعل سے اس کی تردید کرے جو حق سے منحرف ہو گیا ہو

اور ایسے ہی عام مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ: ان کے عیوب کی پردہ پوشی کرے پس جب کسی مسلمان کے عیب کو دیکھے تو اس کا اسے رسوا کرنا جائز نہیں ہے اور اس کا اس چیز کو موضوع بحث بنانا جائز نہیں ہے اور اسی لئے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ اس کی پردہ پوشی کرتا ہے [بخاری حدیث: ۲۳۱۰ (۸۶۲/۲) مسلم حدیث: ۲۵۸۰ (۱۹۹۶/۴)] مگر جب وہ بطور فساد ایسا

کررہا ہو بایں طور کہ اس انسان کا فساد اور کمینگی میں معروف ہو تو ایسا کرنا درست نہیں اور اس میں کوئی کرامت کی بات نہیں ہے پس ایسے شخص کا معاملہ تو ولی الامر (حاکم) تک پہونچایا جائے گا اور یہ پھر عام مسلمانوں کی خیر خواہی ہوگی پس پردہ پوشی کرنے اور مسلمانوں کو پہونچنے والے ضرر اور نقصان والے مسئلہ میں فرق ہے جیسے نشہ آور چیزوں کی ترویج دینے والے اور کاہنوں اور جادوگروں ان سب کا تعلق عام مسلمانوں کی خیر خواہی سے ہے

اور ایسے ہی عام مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ: ان کی عزتوں کا دفاع کیا جائے پس جب کوئی غیبت و چغلی کرنے والا آپ کے مسلمان بھائی کی غیبت و چغلی کرے تو ان کی عزتوں کا دفاع کرو اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے بھائی کی عزت کا دفاع کیا تو اللہ تعالی اس کے چہرہ سے بروز قیامت آگ کو ہٹادے گا [سنن ترمذی حدیث:۱۹۳۱ (۴/۳۲۷) سنن بیہقی حدیث:۱۶۴۶۱ (۸/۱۶۸)]

اور اسی طرح عام مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ: عام مسلمانوں کے ساتھ خرید و فروخت میں دھوکہ دھڑی سے بچے اور اسی لئے جب جریر بن عبد اللہ بجلیؓ نے آپ ﷺ سے بیعت کی تو انہوں نے ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی پر بیعت کی

پس جب جیریر کوئی چیز بیچنا چاہتے تو سامان کے اندر موجود عیوب کی وضاحت فرماتے اور ایسے ہی عام مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ اپنے بھائیوں کے خلاف حسد نہ کیا جائے ،ان کو بھلائی کا حکم دیا جائے اور انہیں برائی سے منع کیا جائے اور ان سے برائی کے ازالہ کی خواہش رکھی جائے اگر چہ ایسا کرنے پر دنیاوی زندگی میں نقصان کا سامنا ہی کیوں نہ کرنا پڑ جائے

کچھ سلف صالحین کا کہنا ہے : میں چاہتا ہوں کہ یہ مخلوق اللہ کی اطاعت کرے اگر چہ میرا گوشت قینچیوں سے نوچ لیا جائے اور اسی کے متعلق نبی کریم ﷺ کے ساتھ پیش آمدہ واقعہ ہے جب آپ ﷺ نے عام مسلمانوں کی خیر خواہی کی بات کہی تو آپ کے ساتھ وہ کچھ پیش آیا جو تم سے مخفی نہیں ہے یعنی مار پیٹ اور جلاوطنی اور جھوٹ اور جادوگر اور مجنون ہونے کا الزام اور آپ ﷺ کی پیٹھ پر جب کہ آپ ﷺ سجدہ کی حالت میں تھے اور آپ کی عزت شریف پر الزام تراشی اور آپ کے رباعی دانت توڑے گئے اور آپ کے چہرہ مبارک کو زخمی کیا گیا اور آپ ﷺ کو جلاوطن کیا گیا پس آپ نے صبر کیا اور اللہ تعالی کے تعلق سے اجر کی امید کی اور ایسے ہی خلفائے راشدین پس اگر ہم چاروں خلفاء کے حالات پر غور کریں تو ہم

پائیں گے کہ کہ صرف ابوبکر صدیقؓ کی وفات بغیر شہادت کے ہوئی باقی تینوں خلیفہ شیہد کیے گئے پس عمر کو نیزہ مارا گیا اور عثمان کو ذبح کیا گیا اور علی کو نیزہ مارا گیا ان کو اذیت پہونچی تو انہوں نے صبر کیا اور اللہ سے اس پر اجر کی امید کی اور اسی لئے عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا کہ: اے کاش! میں تمہارے بیچ اللہ کی کتاب کو نافذ کرتا اور تم اس کے اوپر عمل کرتے اور فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا کہ: ہم میں سے جو بھی بہت ویادہ نماز پڑھنے والا اور روزہ رکھنے والا ہوا وہ محض نفس کی سخاوت اور دل کی سلامتی اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کر کے اس مقام پر پہونچا اور صحیح بخاری ومسلم میں جریر بجلیؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ: میں نے نبی کریم ﷺ سے نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی

اور صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے اوپر چھ حقوق ہیں

اور انہیں میں سے ایک آپ نے ذکر کیا کہ: جب تم سے نصیحت طلب کرے تو تم اسے نصیحت کرو[صحیح مسلم حدیث: ۲۱۶۲ (۴/ ۱۷۰۵)] پس سبھی کے اوپر واجب ہے کہ وہ اس بارے میں اللہ کا تقوی اختیار کریں

اورامام احمد نے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب کسی شخص سے اس کا بھائی نصیحت طلب کرے تو چاہئے کہ اس کو نصیحت کرے [مسند احمد بن حنبل حدیث :۱۸۳۰۸(۲۵۹/۴)] اور اس کی اصل صحیح بخاری میں ہے حدیث: ٦٨] اس کو بھی اس چیز کی رہنمائی کرے جسے وہ جانتا ہے اور اس کے لئے بھی وہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے

اور میں بات کو ان اوصاف سے ختم کرتا ہوں جن سے ایک نصیحت کرنے والے کا آراستہ ہونا موزوں ہے پس اے میرے بھائیو! خیر خواہ کے لئے مناسب ہے کہ وہ علم سے آراستہ ہو یعنی جس کے بارے میں نصیحت کررہا ہے اس کے بارے میں جانتا ہو ؛ کیونکہ انسان کو جب معلومات نہیں ہوگی تو وہ منکر کی نصیحت کرسکتا ہے ؛ اور بھلائی سے روک سکتا ہے پس فی نفسہ اس معاملہ میں علم کا پایا جانا ضروری ہے جس کی وہ نصیحت کررہا ہے اور علم کی شرط یہ نہیں ہے کہ وہ پورے قرآن کا حافظ ہو اور صحیح بخاری و مسلم کا حافظ ہو بلکہ مقصود اس معاملہ کا علم ہے جس کے تعلق سے نصیحت کی جارہی ہے

ایسے ہی نصیحت کرنے والے کا نرم خیال ہونا لازمی ہے یعنی نرمی اور شفقت کے

ساتھ نصیحت کرے اور اللہ تعالی نے تو ان کے ساتھ بھی شفقت کا حکم دیا ہے جو آپ کے زمانہ میں روئے زمین کے سب سے بڑے کافر تھے پس اس نے اپنے نبی موسی اور ہارون سے فرمایا جب ان دونوں کو سرکش اور متکبر فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا ﴿فَقُولَا لَهُ قَوْلاً لَّيِّناً لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى﴾ [ترجمہ] اسے نرمی سے سمجھاؤ کہ شاید وہ سمجھ لے یا ڈر جائے [طہ: ۴۴] اور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ: جس چیز میں نرمی پائی جاتی ہے وہ اس کو خوشنما بناتی ہے اور جس چیز سے نرمی کھینچ لی جاتی ہے وہ اس کو بدنما بنادیتی ہے [صحیح مسلم: حدیث: ۲۵۹۴ (۴/۲۰۰۴)] اور آپ ﷺ نے فرمایا: جس کو نرمی سے محروم کردیا جاتا ہے وہ ہر قسم کی بھلائی سے محروم کردیا جاتا ہے [صحیح مسلم حدیث: ۲۵۹۲ (۴/۲۰۰۴)] ہمارے رب نے فرمایا: ﴿وَلَوْ كُنتَ فَظّاً غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾ اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے [آل عمران: ۱۵۹] اور اس نے فرمایا ﴿ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائے [النحل: ۱۲۵] پس نصیحت کے

لوازمات میں سے نرمی ہے یہ کہ نصیحت کرتے والا رحم دل اور شفقت پسند ہو

ایسے ہی نصیحت کرنے والے کا صبر سے پیراستہ ہونا لازمی ہے یعنی اسے اپنی نصیحت کرنے اور بیان کرنے اور لوگوں کے ساتھ اپنی محبت کرنے میں لوگوں کی ملنے والی اذیتوں پر صبر کرے پس ضروری ہے کہ جب تم دوسروں کو نصیحت کرو تو صبر کرو کیونکہ نبی ﷺ نے صبر کیا اور اجر کی امید رکھی اور ہمارے رب نے لقمان کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا جب انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا

﴿يَٰبُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾

ترجمہ: اے میرے پیارے بیٹے ! تو نماز قائم رکھنا اچھے کاموں کی نصیحت کرنا برے کاموں سے منع کیا کرنا اور جو مصیبت تم پر آ جائے

صبر کرنا [یقین مان] کہ یہ بڑے تاکیدی کامون میں سے ہے [لقمان : ۱۷] اور عمر بن خطاب نے فرمایا جیسا کہ بخاری کی روایت میں تعلیقا ہے کہ: ہم نے اپنی بہتر زندگی صبر کے ذریعہ

پائی [صحیح بخاری ۲۳۷۵/۵] اور امام احمد نے فرمایا اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں ۹۰

جگھوں پر صبر کا ذکر کیا ہے اور ایسا صرف صبر کی اہمیت کی وجہ سے ہے اللہ تعالی نے فرمایا

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَأَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

ترجمہ: کہہ دو کہ اے میرے ایمان والے بندو! اپنے رب سے ڈرتے رہو جو اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لئے نیک بدلہ ہے اور اللہ تعالی کی زمین بہت کشادہ ہے صبر رکنے والوں ہی کو ان ک اپورا پورا بے شمار اجر دیا جاتا ہے[الزمر:١٠]

ایسے ہی نصیحت کرنے والے کا جن اوصاف سے متصف ہونا موزوں ہے وہ یہ ہے کہ: وہ جس شخص کو نصیحت کرر ہا ہے اس کی ذات کے لئے دلی طور پر خیر کا چاہنے والا ہو یعنی جس کو وہ نصیحت کرر ہا ہے اس کے لئے اس کے دل میں محبت ہو اور اس کے لئے دعا کرے اور خواہش ہو کہ وہ اس نصیحت کو قبول کرے اور ایسا کرنے سے تم کو اجر ملے کیونکہ جب بھی تم نے کسی کو نصیحت کی اور اس نے تمہاری نصیحت قبول کی تو اللہ تعالی اس معاملہ میں تم کو اجر دے گا یا جس کام کو وہ انجام

دے رہا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے

ابن عمرؓ نے فرمایا: کہا جاتا ہے کہ لوگوں میں تمہارا سب سے زیادہ خیر خواہ وہ ہے جو تمہارے بارے میں اللہ سے ڈرے اور بکر بن عبداللہ مزنیؒ نے فرمایا: اللہ کی قسم! ابوبکر کو نماز و روزہ کی بنا پر رسول اللہ کے دیگر صحابہ پر فوقیت نہ ملی وہ تو یہ چیز تھی کہ ان کے دل میں اخلاص ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اللہ تعالیٰ کے مخلوق کے لئے خیر خواہی تھی

اور جن چیزوں سے آگاہ ہونا موزوں ہے میرے بھائیو! وہ یہ ہے کہ ہم نصیحت اور عار کے بیچ تفریق کریں کہ نصیحت اس کے لئے خیر کا چاہنا ہے جسے نصیحت کی جارہی ہے جب کہ عار گالی اور ہنسی مذاق کے ذریعہ دلائی جاتی ہے اور یہ ایک منکر ہے ہمارے نبی ﷺ نے اس سے آگاہ کیا ہے اور ایسے ہی ہمارے رب نے اپنی معزز کتاب میں فرمایا بایں طور کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿ يَـٰأَيُّهَا الَّـذِيْـنَ آمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى أَنْ يَكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِسَاءٍ عَسٰى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں کا مذاق نہ اڑائیں ممکن ہے کہ یہ ان

سے بہتر ہو اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں
[الحجرات:۱۱]

پس انسان کے لئے موزوں ہے کہ وہ نصیحت اور عار کے بیچ فرق کرے اور اسی لئے شافعیؒ نے فرمایا

تعمدنی بنصحک فی انفراد　　وجنبنی النصیحة فی جماعة

فان النصح بین الناس نوع　　من التوبیخ لا ارضی استماع

فان خالفتنی وعصیت امری　　فلا تجزع اذا لم تعط طاعة

تنہائی میں مجھے نصیحت کرنے کا ارادہ رکھو اور جلوت میں نصیحت مجھے نہ کرو پس نصیحت لوگوں کے بیچ ایک طرح کی توبیخ ہے جسے میں سننا نہیں چاہتا پس اگر تو نے ہماری مخالفت کی اور میرے حکم کی نافرمانی کی تو اگر تم نے اطاعت نہ کی تو رنج نہ کرو

اور امام شافعیؒ اس جانب رغبت رکھتے تھے اور آپ کے صحابہ خواہش رکھتے تھے کہ نصیحت تنہائی میں ہو کھلے طور پر نہ ہو اور سلف جب کسی کو نصیحت کرنا چاہتے تو خفیہ طور پر اس کو وعظ کرتے یہاں تک کہ ان میں سے کچھ نے کہا کہ: جس نے اپنے بھائی کو نصیحت کی اور یہ نصیحت اس کے اور اس کے بھائی کے بیچ رہی تو اس نے

حقیقت میں اس کو نصیحت کی اور جس نے اس کو برسر جماعت اس کو وعظ کیا تو اس نے اس کو شرمندہ کیا اور فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا: مومن ستر پوشی کرتا ہے اور نصیحت کرتا ہے اور منافق ذلیل ورسوا کرتا ہے

اور عبدالعزیز بن ابوداوٗدؒ نے فرمایا: تم سے پہلے کے جو لوگ تھے ان میں کا کوئی جب اپنے بھائی کے اندر کوئی چیز دیکھتا تو اس کو نرمی سے حکم دیتا تھا تو اس کے امر ونہی میں اجر ملتا تھا اور ان میں کا ایک اپنے ساتھی کی عیب جوئی کرتا ہے اور اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہے اور اس کی بے پردگی کرتا ہے

میرے معزز بھائیو! جس کو نصیحت کی جارہی ہے اس کے اوپر واجب ہے کہ وہ نصیحت قبول کرے اور اس کی تردید نہ کرے اور کچھ سلف کا کہنا ہے کہ جس نے نصیحت کی تردید کی اس نے دین کی تردید کی اور کہا جاتا تھا کہ: اللہ اس شخص کے اوپر رحم فرمائے جس نے میرے عیوب کی رہنمائی کی

پس اے اللہ کے بندے! جب تمہیں کوئی نصیحت کرنے والا نصیحت کرے تو تمہاری ذمہ داری ہے کہ اس کے لئے دعا کرو اور جو نصیحت اس نے تم کو کی ہے اس کو جزائے خیر دے بایں طور کہ تم اس کے لئے اللہ تعالی سے اجر وثواب کی دعا

کرواور نصیحت کا قبول نہ کرنا بد خلقی اور دین کی تردید ہے اور یہ ان کفار کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا ہے جن کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا

﴿وَلٰكِنۡ لَا تُحِبُّوۡنَ النّٰصِحِيۡنَ﴾

ترجمہ: لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے [الاعراف:٧٩]

پس مومن اس کو پسند کرے جو اسے نصیحت کرے اور جو اسے وعظ کرے اور جو اس کی لغزش اور غلطی کی نشاندہی کرے

میں اللہ تعالی سے اس کے احسان وکرم سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہم کو ہدایت یافتہ داعیہ بنائے گمراہ نہ بنائے اور گمراہ کرنے والا نہ بنائے اسی طرح میں اللہ تعالی سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہم کو آپس میں ایک دوسرے کو نصیحت کرنے کی توفیق دے جیسا کہ ہمارے رب نے اور ہمارے نبی نے حکم دیا ہے اور ہم سبھی کو ہمارے دین کی سمجھ عطا فرمائے اور علم نافع عطا فرمائے اور عمل صالح کی توفیق دے اور ہم سبھی کو ظاہری اور روپوش فتنوں کی گمراہیوں سے محفوظ رکھے اور ہم سب کو اور ہمارے والدین کو اور سبھی مسلمانوں کو بخش دے اور ہمارے ذمہ داران علماء اور حکام کو توفیق دے اور ان کو نیکوکار راز دار عطا فرمائے جو ان کو حق یاد دلائیں اور تو ان کو

اس کی رہنمائی کر اور ان کو برے رازداروں سے بچائے بے شک وہ بہتر کارساز ہے اور ہمارے نبی محمد ﷺ اور آپ کی آل اور آپ کے سبھی اصحاب کے اوپر درود وسلام نازل ہوں.